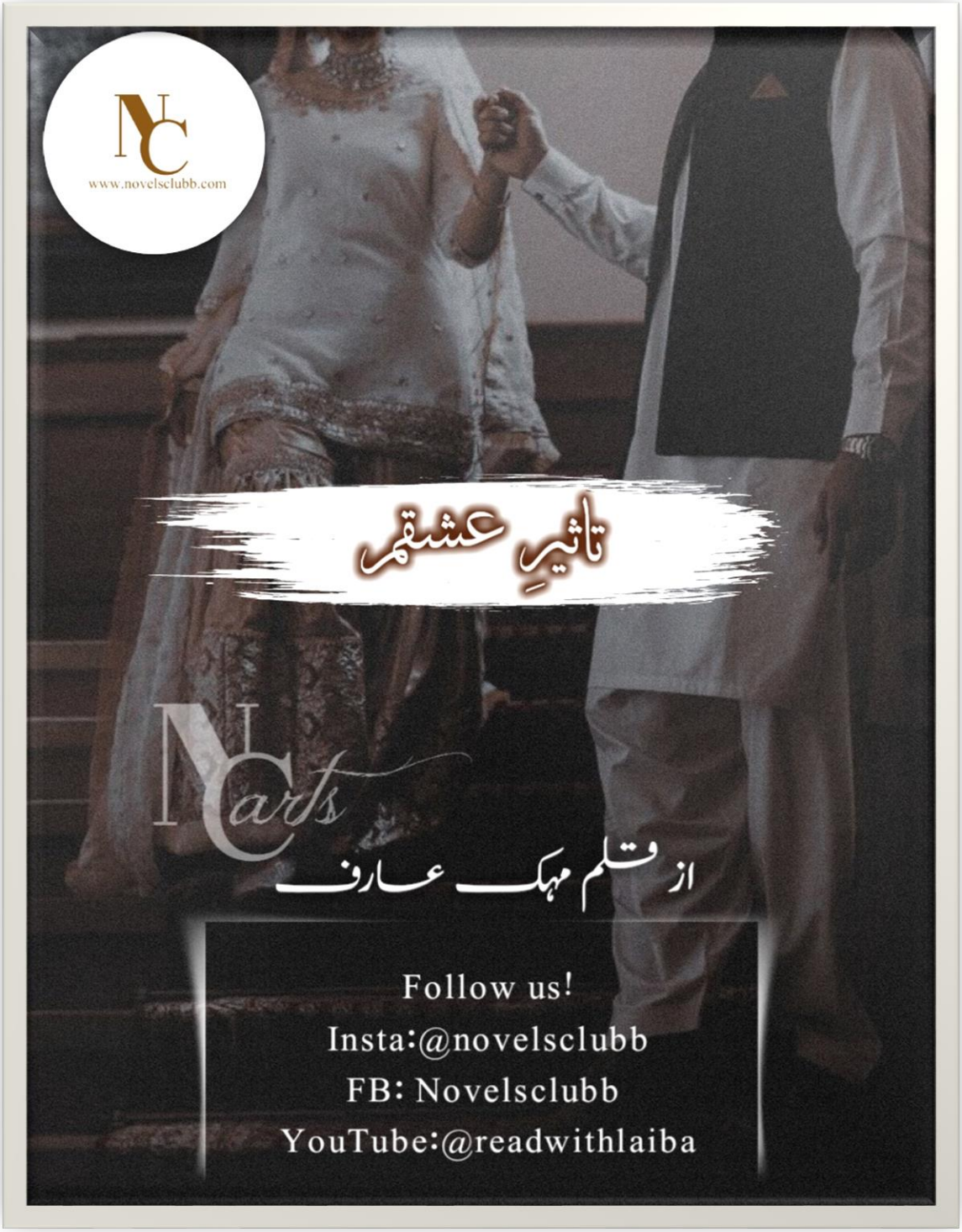
www.novelsclubb.com
تاثیرِ عشقم
Arts
از قلم مہک عارف
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

تاثیرِ عشقم

از قلم

مہک عارف

www.novelsclubb.com

تاثیرِ عشقم

مہک عارف

باب نمبر:8

اگست کی دھوپ اس عالیشان بنگلے کو چمکا رہی تھی۔سیاہ بڑے گیٹ پر تعینات گارڈ اپنے معمول کے مطابق ڈیوٹی نبھا رہا تھا۔اس گرمی اور حبس کے ماحول سے دور بنگلے کا اندرونی ماحول قدرے ٹھنڈا اور پر سکون تھا۔دالان میں کھڑے ہو تو بائیں جانب موجود ٹی وی لاؤنج میں سیاہ صوفے رکھے ہوئے تھے جن میں سے ایک پر مسٹر شارق کبیر براجمان تھے۔

وہ عمر کا ایک طویل دورانیہ گزار چکے تھے لیکن آج بھی انہوں نے اپنے آپ کو فٹ رکھا ہوا تھا۔وہ کہیں سے بھی ایک بائیس سالہ بیٹی کے باپ نہیں لگتے تھے۔وہ

دونوں بازو صوفے کی پشت پر پھیلائے، آنکھیں سکیڑے سامنے بڑی سی ایل ای ڈی پر چلتی سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھ رہے تھے۔ سیکرٹری حماد ان کے بائیں جانب ہاتھ باندھے مؤدب سا کھڑا تھا۔اس کی نگاہیں بھی سکرین پر ٹکی تھیں۔

"سر یہ کیا؟" حماد کی آواز پر وہ بھی ایک دم سیدھے ہوئے۔ سامنے سکرین پر چلتی فوٹیج میں نظر آنے والا منظر اپنے اندر مزید کسی شخص کو سمیٹ لایا تھا۔

"واٹ ربش! سارے بندے کہاں مر گئے ہیں جو یہ بدذات یہاں بھی پہنچ گیا۔؟" وہ دھاڑے۔ آنکھوں میں شعلے بھڑکنے لگے تھے۔

سکرین میں اس نجی ہسپتال کا روم نمبر ۲۲ واضح تھا۔ کچھ لمحات قبل وہاں بسمہ شارق تڑپ کر بے ہوش ہوئی تھی اور چند ہی لمحات بعد اب نیلی جینز شرٹ میں ملبوس مومن ابراہیم وہاں آ چکا تھا۔اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ لب آپس میں بھینچے ہوئے تھے۔ وہ خاصا متفکر لگتا تھا۔

"اسے اندر کس نے آنے دیا۔؟" وہ بے چینی سے ماتھا مسلنے لگے۔

"سر یہ یقیناً سیکیورٹی سے لڑ جھگڑ کر وہاں پہنچا ہے۔ ویسے بھی آپ کی ہدایت کے مطابق وہاں کے اسٹاف کو اس معاملے کی خبر نہیں صرف ہارون ملک ہی یہ بات جانتا ہے کہ اس کمرے میں ہم نے کاربن مونو آکسائیڈ (گیس) وافر مقدار میں چھوڑی ہے۔ جس کی وجہ سے میم کی یہ کنڈیشن ہے۔" وہ ہسپتال کے مالک کا نام لے رہا تھا۔ شارق کبیر کا خون کھولنے لگا انہیں اپنی محنت رائگاں جاتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ لڑکا انہیں مات دے رہا تھا۔ لیکن کیا وہ اپنی ہار تسلیم کر سکتے تھے۔؟

"سر فکر نہیں کریں وہ بچ نہیں پائے گی۔"

"فکر کرنے کی ضرورت ہے حماد... کیونکہ مومن ابراہیم کبھی اسے مرنے نہیں دے گا۔" ان کی آنکھیں تفکر سے سکڑ گئی تھیں۔ اگلا لائحہ عمل سوچنے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

"اب کیا کریں سر؟"حماد بھی پریشان نظر آتا تھا۔

وفاداری اگر رگوں میں شامل ہو تو اسے نبھانے والا لمحہ بہ لمحہ فکر مند رہتا ہے۔

"پیسے ٹھونس کر ہارون ملک کا منہ بند کرواؤ پہلے۔اس کے بعد اس لڑکے کے ساتھ میری میٹنگ رکھو۔اسے بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ شارق کبیر کہتے کسے ہیں۔"وہ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔آنکھیں بھی سکرین کی جانب اٹھیں۔انہیں سمجھ آنے لگا تھا کہ جب گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے۔

مومن ابراہیم چلا کر کسی کو مدد کے لیے پکار رہا تھا۔پھر اس نے بسمہ شارق کے بے ہوش وجود کو دیکھا۔اگلا ردعمل ہر ایک کے لیے غیر متوقع تھا۔

وہ ایک منٹ کی تاخیر کیے بنا بسمہ شارق کو اپنی بانہوں میں اٹھا چکا تھا۔

شارق کبیر کا چہرہ غصے کی حدت سے تمتمانے لگا۔

‘‘بند کرو اسے۔" انہوں نے ریموٹ اٹھا کر ایل ای ڈی کی سکرین پر مارا تھا۔ایک چھناکے کی آواز کے ساتھ رنگ برنگی اسکرین سیاہ ہوتی چلی گئی۔وہ غصے سے کھولتے، مومن ابراہیم کی شان میں الفاظ بکتے ہوئے کوٹ کا بٹن بند کرتے وہاں سے نکل گئے تھے۔پیچھے کھڑے حماد نے ایک تاسف بھری نظر سکرین پر ڈالی اور پھر جرنل میں نئی میٹنگ کی تفصیلات ترتیب دینے لگا۔

موسم اپنے تیور بدلنے کے درپر تھا جب سفید ہنڈا سوک سکندر ہاؤس کے سامنے آ کر رکی۔اس نے ہارن نہیں بجایا کیونکہ اگلے ہی لمحے مین گیٹ سے بالاج سکندر باہر نکلتا دکھائی دیا تھا۔وہ دوسری جانب سے آ کر پیسنجر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ماہیر گردن جھکائے اسٹیرنگ وہیل پر گرفت جمائے ہوئے تھا۔

‘‘جیا کہاں ہے۔؟" بالاج نے بہت ضبط سے پوچھا تھا۔ابھی چند لمحے پہلے ہی تو اس کی بات ہوئی تھی ماہیر سے۔اور وہ منٹوں کا فاصلہ طے کرتا یہاں آ چکا تھا۔

"انمول کہاں ہے بالاج۔؟" ماہیر کی آواز بلند تھی۔ بالاج نے کوئی جواب نہ دیا۔ کوئی جواب نہ ملنے پر اس نے نظریں بالاج پر گاڑھیں۔

"میں کچھ پوچھ....." ماہیر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو اپنی جگہ شل رہ گیا۔

"بالاج" سرسراتی ہوئی آواز۔ بالاج کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ماہیر کا دل ٹکروں میں بٹ گیا۔

"کیا ہوا۔؟" سوال احمقانہ تھا مگر وہ پھر بھی سوال کر گیا۔

"جیا میرا کل اثاثہ ہے ماہیر۔۔۔" اسکا جملہ ادھورا رہ گیا۔ سانسیں بھاری ہو گئیں۔

"میں مر جاؤں گا اس کے بغیر۔" وہ حزن میں ڈوبا ہوا کہہ رہا تھا۔ ماہیر کچھ سیکنڈ کے لیے اپنا دکھ بھول گیا۔ یاد رہا تو صرف اتنا کہ اس کا بھائی تکلیف میں تھا۔ وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا؟

www.novelsclubb.com

"ہم انہیں ڈھونڈ لیں گے۔ تم پریشان نہ ہو۔" وہ جس کا اپنا دل کسی کھائی میں ڈوبا تھا وہ اسے دلاسے دینے لگا۔

بالاج اسکی نہیں سن رہا تھا اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"میری جیا۔۔۔۔میرا بچہ۔۔" وہ اونچی آواز میں چیخا تھا۔آخر میں لہجہ رندھ گیا۔اس نے منہ پر ہاتھ رکھے خود کو کنٹرول کیا۔

ماہیر متفکر سا اسے دیکھے گیا۔ایک جانب اسکی بہن تھی اور دوسری جانب اسکی محبت۔انمول ملک۔

"میں کس لیے ہوں؟ ہم کس لیے ہیں؟ ہماری عورتوں کے محافظ ہم ہیں۔ ہمیں کمزور نہیں ہونا۔" ماہیر سکندر جس کا اپنا دل کٹ رہا تھا وہ بالاج کو امید کی ڈور تھما رہا تھا۔

بالاج نے اب کی بار اسے دیکھا تو اسکے تاثرات مختلف تھے۔

"ہمیں ہمت سے کام لینا ہے۔ تم دیکھنا کوئی ان کا بال بھی بیکا نہیں کر پائے گا۔" بالاج نے سر ہلایا۔

"ہم انہیں ڈھونڈ لیں گے۔ بالاج سکندر اپنی جیا کو کچھ نہیں ہونے دے گا۔" وہ پر عزمی سے بولا۔ آنسو خشک ہو گئے اور دل مضبوط۔

"جیا اور انمول ساتھ اغواء ہوئی ہیں۔ لیکن سوال یہ بنتا ہے کہ انہیں کڈنیپ کرے گا کون۔؟" اچانک بالاج سکندر نے سوال داغا۔ ملک کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔

"ہے ایک شخص۔ جس نے یہ سب کر کے اپنی موت کو خود دعوت دی ہے۔ اور میں ماہیر سکندر اسے موت کے گھاٹ اتار کر دم لوں گا۔" وہ جوالا مکھی بنا تھا۔

بالاج نے اثبات میں سر ہلایا۔ ماہیر نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

اختتام ابھی باقی تھا۔ انجام ابھی رہتا تھا۔ بدلے کی آگ تیز آندھی سے بھڑک اٹھی تھی۔ جو بہت جلد راکھ ہو جانا تھی۔

ہسپتال کے سفید چادر سے ڈھکے بیڈ پر اس وقت بسمہ شارق لیٹی ہوئی تھی۔اس کے دائیں اور بائیں جانب ایسے ہی بیڈ ایک قطار میں لگے ہوئے تھے۔جن پر اس وقت چند مریض تھے۔ان کے لواحقین میں سے کوئی آرہا تھا اور کسی کو جانے کی جلدی تھی۔وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔چہرہ دائیں جانب تھا۔

"کچھ دیر تک یہ ہوش میں آجائیں گی ڈونٹ وری۔اللہ کا شکر ہے کہ بروقت پہنچ جانے سے مزید کسی نقصان کا سامنا نہیں ہوا۔" وہ ایک نوعمر سا ڈاکٹر تھا۔بیڈ کی پائنتی کی جانب بنی میز پر رکھی فائلز کی ورق گردانی کرتا ساتھ کھڑے مومن ابراہیم کو پروفیشنل انداز میں بتا رہا تھا۔اس نے سر ہلا دیا۔

"کاؤنٹر سے ان کی چیزیں لے سکتے ہیں آپ۔باقی ہم مزید انکوائری کریں گے۔ امید ہے اس سب کے پیچھے جس شخص کا ہاتھ ہے وہ جلد بے نقاب ہو جائے۔" اس نے ایک فائل اٹھاتے مومن ابراہیم سے کہا۔

"جہاں پیسہ بولتا ہو وہاں چہرے بانقاب ہی رہتے ہیں۔بے نقابی پیسے تلے دب جاتی ہے۔شکریہ۔"اس نے وہ فائل واپس میز پر پٹکی۔انداز ایسا تھا کہ 'پلیز اب آپ جا سکتے ہیں'اور ڈاکٹر سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔

مومن نے ہاتھ سینے پر باندھے اس لڑکی کو دیکھا جو آج ایک بار پھر سے باپ کی محبت میں دھوکہ کھا چکی تھی۔کیا اسے نہیں معلوم تھا وہ شخص کون ہے؟اس کی کمپنی کیا ہے؟ملک کی عزتیں کس کی وجہ سے بے آبرو ہوتی ہیں؟اس کی ماں کا قاتل کون ہے؟کیا وہ واقعی بے فکر تھی۔؟

کیا تھی وہ لڑکی۔؟باپ سے نفرت کرنے والی تو دوسری جانب ایک جھوٹی خبر کے سہارے موت کے کنویں میں چھلانگ لگانے والی۔ایک طرف ہنس مکھ سی بسمہ شارق تو دوسری طرف ایک محبت کی مریضہ۔جس کی شفا محبت تھی۔ہاں کیونکہ وہ بسمہ شارق تھی۔اسے تربیت کی ضرورت نہیں تھی۔اسے محبت سدھار سکتی تھی۔

بیڈ پر پڑے وجود میں ہلچل ہوئی تھی۔وہ فوراً آگے بڑھا۔

"بسمہ۔"اب وہ اس کے پاس کھڑا تھا۔بسمہ نے موندی ہوئی آنکھیں کھولیں تو گرے آنکھیں سب سے پہلے بھوری آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔وہ آہستہ سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نظروں کا ارتکاز نہیں ٹوٹا تھا لیکن اگلے ہی لمحے ان میں نمکین پانیوں کا سمندر امنڈ آیا۔اس نے ہچکی بھری اور پھر وہ رونا شروع ہو چکی تھی۔مومن بوکھلا گیا۔

"ہئے بسمہ۔کیا ہو گیا ہے یار۔؟"مومن اچانک سے اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔بسمہ نے نفی میں سر ہلاتے اپنا چہرہ اس کے کندھے پر ٹکا دیا اور رونے کا شغل جاری رکھا۔مومن اسے دیکھے گیا۔وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اور اس کے پاس چند الفاظ بھی حوصلے کے لیے نہیں تھے۔

"کیوں بچایا مجھے؟مر جانے دیتے ناں۔اچھا ہوتا جان چھوٹ جاتی۔"اس نے چہرہ واپس کھینچ لیا۔بولی تو لہجے میں ازلی دبنگ انداز تھا۔

www.novelsclubb.com

"کس کی تمہاری یا میری۔؟" مومن سنجیدہ تھا۔بسمہ نے اسے خفگی سے گھورا۔وہ ہنس دیا۔بسمہ کی آنکھوں میں مزید غصے نے جگہ لے لی۔

"چلے جاؤ یہاں سے۔"

"کہاں؟"

"بھاڑ میں۔" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تھی۔

"میں ایسی جگہوں پر نہیں جاتا جہاں تم جیسی چڑیلوں کا بسیرا ہو۔" مومن نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"تم نے مجھے چڑیل کہا۔؟" نیا صدمہ۔

"ہاں چڑیل ہی تو ہو جو بچ گئی ورنہ آج تک کوئی بچا ہے اس زہریلی گیس سے۔؟" وہ بے دھیانی میں بولا تھا۔اپنے الفاظ کا احساس بعد میں ہوا۔بسمہ پھر سے سنجیدہ ہو گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیا تم نے کوئی ایسا باپ دیکھا ہے جو دوسری مرتبہ اپنی بیٹی کی جان لینے کی کوشش کرے اور ناکام رہے۔؟" وہ پوچھ رہی تھی یا بتا رہی تھی؟

"ہاں جس کی بیٹی تم جیسی ڈھیٹ ہو وہی ہو سکتا ہے۔" مومن نے بات ختم کرنی چاہی تھی۔

"میں ڈھیٹ نہیں ہوں۔" اس کی آواز بلند تھی۔ مومن نے اسے اچھنبے سے دیکھا۔

"نہیں ہوں میں ڈھیٹ۔ نہ ہی میں خود سر ہوں۔ مجھے ضرورت ہے اور ہر انسان اپنی ضرورت کے لیے ڈٹ جاتا ہے۔" خاموش آنسو بہنا شروع ہو گئے تھے۔ مومن نے ناپسندیدگی سے ان آنکھوں کو دیکھا جو چند پل کے لیے بھی تھم جانے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"کس چیز کی ضرورت ہے تمہیں۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"تمہاری۔ تم سب کی۔ ضرورت ہے مجھے کیونکہ میں ایک انسان ہوں۔ میرے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے۔ پتھر نہیں ہوں میں تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا۔ بسمہ شارق کو اس وقت صرف ایک شخص کی ضرورت ہے اور وہ ہے مومن ابراہیم۔" وہ اس کے قریب بیٹھی کھلم کھلا اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ مومن کو اپنا وجود انگاروں پر لپٹا محسوس ہوا۔ گرمی کی تپش تھی یا محبت کی جو اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگی تھیں۔ بسمہ چند پل اسے دیکھے گئی۔ وہ کچھ نہ بولا۔

"تم اچھا نہیں کر رہے مومن۔ اس سب کا حساب دینا ہوگا تمہیں۔ میرے جذبات سے کھیلنے کا بھی اور اس بے رخی کا بھی۔" بسمہ نے انگلی اٹھائے اسے وارن کیا۔ مومن کی نظریں انگلی پر سے اٹھتی اس کی آنکھوں کی طرف آئی تھیں۔ آہ کتنا ستم ڈھا رہی تھی وہ اپنی آنکھوں پر۔ وہ بے اختیار ہوتا چلا گیا۔ شہادت کی انگلی آگے بڑھائے وہ اس کے آنسو چن رہا تھا۔ بسمہ شارق ساکت ہو گئی۔ ارد گرد ایک فسوں طاری ہو گیا تھا۔ کیا اس کے سامنے بیٹھا شخص مومن ابراہیم تھا؟

www.novelsclubb.com

"آئندہ کبھی رونا مت جب تک کہ وجہ میں نہ ہوں۔" وہ اپنا سحر پھونک کر پیچھے ہٹا۔

"تم نے مجھے بچایا کیوں تھا؟" وہ اسی فسوں کے زیر اثر پوچھ رہی تھی۔

"مجھے تمہیں بچانا تھا کیونکہ۔" وہ رکا تو بسمہ شارق اسے سننے کو بے تاب ہونے لگی۔ وہ کہنے جا رہا تھا۔ اس کا دل سینے میں ڈھول پیٹنے لگا۔

"کیونکہ تم ایک لڑکی ہو۔" سارا فسوں چھناکے سے ٹوٹ گیا۔

"مومن!" وہ رو دینے کو تھی۔

"پلیز۔ اب مت رونا۔ بلاوجہ دل میں درد ہونے لگتا ہے۔" وہ اسے ڈپٹتے ہوئے آخری جملہ آہستہ آواز میں بولا تھا۔

"دل بھی ہے تمہارے پاس؟" اس نے کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ مومن نے گہری سانس بھری۔

www.novelsclubb.com

"جواب چاہیے۔؟" بسمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کن سوالات کا۔؟"

"جو جو پوچھوں گی، ان سب کا۔" وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ مل جائیں گے۔" اس نے حامی بھری۔ بسمہ کی آنکھوں میں دیے جل اٹھے تھے۔

"ہاں لیکن وقت تاریخ اور دن میں خود طے کروں گا۔ اور تمہیں آنا ہو گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ضرور آؤں گی۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔ پھر آنسو گر ڈلے۔ شاید ان آنکھوں میں دوبارہ نمی کا آنا مشکل ہی تھا۔

مومن ابراہیم اسے مسکراتے دیکھ مسکرایا تھا۔

"تمہاری مسکراہٹ میرے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔" وہ بولا۔ بسمہ کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ یہ الفاظ مومن ابراہیم نے کہے تھے۔ وہ یقین کرنے سے قاصر تھی۔ اس کے دل میں خواہش جاگی کہ کاش وہ اپنے الفاظ دوہرائے لیکن وہ مدھم مسکراہٹ لیے وہاں سے باہر جا چکا تھا۔

وہ ایک تنگ تاریک سا کمرہ تھا۔ کسی بھی قسم کی کھڑکی اور روشن دان سے بے نیاز۔ وہاں محض ایک دروازہ تھا۔ تاریک ماحول میں اس کا رنگ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ کمرے کی ساکن فضا میں کسی کی ہچکیاں وقفے وقفے سے گونج رہی تھیں۔

وہ کمرے کے ایک کونے میں گٹھڑی کی مانند گھٹنے سینے سے ٹیکے بیٹھی تھی۔ چہرہ گھٹنوں میں دیے وہ بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔

بال پشت پر تھے جسے وہ دیوار سے لگائے سہمے ہوئے تھی۔

"یااللہ۔" ہچکیوں کے درمیان اس نے اپنے رب کو پکارا۔

تنہائی میں اس کی فریاد سننے والا صرف اللہ تعالیٰ تھا۔اسے یہاں آئے چند گھنٹے بیت چکے تھے۔اور اس تمام وقت میں اس کے چہرے پر قفل پڑا ہوا تھا۔وہ کچھ نہیں بولی تھی۔نہ ہی کسی کو مدد کے لیے پکارا تھا۔کیونکہ وہ جانتی تھی اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرے گا۔اس کے محافظ کو اس تک وہ ذات پہنچائے گی۔

وہ تب سے اب تک رو رہی تھی۔اسے بے ساختہ آج ہوا واقعہ یاد آیا۔سن ہوتا دماغ ذہن کے دریچوں میں نیا منظر ابھارنے لگا تھا۔

وہ صبح بہت تازگی بخش تھی۔موسم خوشگوار تھا۔وہ فجر پڑھ کر سوئی نہیں تھی بلکہ قرآن پڑھ کر باہر کچن میں آگئی۔چائے کا سامان نکالتے ہوئے اس نے کن اکھیوں سے دیکھا۔ملک سیاہ شرٹ اور ٹراؤزر پہنے اپنے کمرے سے باہر آرہا تھا۔اسے صبح صبح وہاں دیکھ کر ٹھٹھکا۔پھر گہری مسکراہٹ لیے کچن میں آگیا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" اس کا موڈ فریش تھا۔انمول کے دل کو طمانیت پہنچی۔

"چائے بن رہی ہے" اس نے برنر آن کیا۔

"آہ مجھے لگا میری بیوی آج مجھے اپنے ہاتھوں کا ناشتہ کرائے گی۔" وہ اچک کر کچن کاؤنٹر پر بیٹھ گیا تھا۔

"روز تو جیسے پڑوس والی صائمہ کے ہاتھ کا ناشتہ کرتے ہو۔" وہ دوبدو بولی تھی۔

ملک نے مسکراہٹ دبائی۔

"واقعی؟ کیا ہمارے پڑوس میں کوئی صائمہ بھی رہتی ہے؟ جو مجھے ناشتہ بھی بنا کر دیتی ہے؟" وہ حیرت زدہ ہو کر پوچھ رہا تھا۔ انگلی ٹھوڑی پر رکھے۔

"تمہاری صائمہ کی تلاش شروع ہو گئی لیکن سوری میرے طعنے کا اینڈ ہو گیا ہے۔" وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

"سوچ لو کہیں وہ تمہاری سوتن ہی نہ نکل آئے۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

"چائے میں دو چمچ زہر ملا کر یہ قصہ ہی ناں ختم کر دوں۔؟" ملک کا فلک شگاف قہقہہ ابھرا تھا۔

"کیوں بھری جوانی میں بیوہ ہونے کا ارادہ ہے۔" انمول سر جھٹک گئی۔ وہ اسے تپا رہا تھا اور کچھ نہیں۔

"خود تو کچھ کرنا نہیں ہوتا بس بیویوں پر الزام تراشی کرنی ہوتی ہے۔" وہ بڑبڑا رہی تھی اور ملک مسکراہٹ دبائے اسے سن رہا تھا۔

"بیویوں کے طعنے کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔" وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولا۔ انمول کے سر پر لگی تلوؤں پر بجھی۔

www.novelsclubb.com

"تم اپنی حرکتیں بند کر دو، میں طعنے دینا بند کر دوں گی۔" وہ سیخ پا ہوئی۔

"کون سی حرکتیں؟" ملک کو سچویشن میں آیا ٹوسٹ مزہ دے رہا تھا۔

"یہی جو تم دوسری شادی کے خواب دیکھ رہے ہو۔"

"اب کیا خواب دیکھنے پر بھی پابندی ہے؟" ملک کی آواز میں حسرت تھی۔ انمول منہ کھولے چند لمحات اسے دیکھے گئی۔ پھر پیر پٹختی چائے کپوں میں انڈیلنے لگی۔

"اب مجھ سے کیا چاہتی ہیں آپ زوجہ؟" وہ بے بس تھا۔ ہمیشہ کی طرح انمول کے سامنے اس کی نہیں چلنے والی تھی۔

"تمہارے ہاتھ کا لذیذ سا ناشتہ۔" کیا خواہش تھی اس کی۔

"سوری میں صائمہ نہیں ہوں۔" ملک ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"لیکن شوہر تو ہو ناں؟" یاد دلایا۔

"لیکن زن مرید نہیں ہوں" باور کرایا گیا۔

"محبت تو کرتے ہو ناں؟" آخری سہارا ڈھونڈا۔

"ہاں تو محبت میں چاند ستارے توڑ لانے کی باتیں کرو نا یہ کیا تم مجھے چولہے میں جھونک رہی ہو۔" وہ سخت خائف نظر آتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"پہلے میرے لیے ناشتہ بناؤ پھر چاند ستارے بھی توڑ لانا۔"

"یاوحشت۔میں اب اپنی بیوی کے لیے ناشتہ بناؤں گا۔؟میں ماہیر سکندر۔؟"وہ سینے پر انگلی رکھے تصدیق چاہ رہا تھا۔انمول نے آنکھیں ٹپٹپائیں۔

"جی آپ میرے یعنی اپنی بیوی کے لیے ناشتہ بنائیں گے۔"

"یہ پہلی اور آخری دفعہ ہو گا"وہ بتا رہا تھا۔وہ ہار مان چکا تھا۔بیوی کے سامنے کسی کی چل سکتی ہے بھلا؟

"پہلی دفعہ تو بنالو آخری دفعہ کی دیکھی جائے گی"مطلب وہ مستقبل میں اس سے ناشتہ بنوانے والی تھی۔آہ۔کوئی ملک سے پوچھتا اس پر کیا گزر رہی تھی۔

چند ثانیے بعد وہ منہ پھلائے ایپرن پہنے اپنی زوجہ کے لیے ناشتہ بنا رہا تھا۔

وہ اس وقت ٹوسٹ گرم کر رہا تھا۔انمول کچن کے درمیان میں لگی چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی اشتیاق سے اسے کام کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔دل میں تتلیاں اڑ رہی تھی۔ملک کی حرکتیں اسے بار بار ہنسانے کا سبب بن رہی تھیں۔

"آآ۔"انڈا فرائی کرتے تیل کے چھینٹے اس کے ہاتھ پر گرے تو وہ سلگ کر رہ گیا۔ پھر ضبط کرتے ایک نظر انمول کو دیکھا۔جو اپنا پورا دھیان لگائے چائے سے انصاف کر رہی تھی۔پھر اتنا سا منہ لیے ناشتہ طشتری میں لگانے لگا۔

"یہ لیں جی۔آپ کا ناشتہ تیار ہے۔"اس نے طشتری لا کر میز پر رکھی۔اسی وقت انمول کھڑی ہوئی تھی۔ایپرن کی ڈوریاں کھولتے ملک نے اسے دیکھا جو کپ سنک میں رکھنے کے بعد کیبنٹ سے کچھ نکال رہی تھی۔پھر وہ اس کی جانب آئی۔ہاتھ میں پکڑی مرحم سے تھوڑی سی مقدار میں ٹیوب نکال کر دوسرے ہاتھ سے ملک کا ہاتھ تھاما۔وہ حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ اب جلے پر مرحم رکھے اس پر پھونک رہی تھی۔ملک کا دل دھڑکا۔

وہ نثار ہو گیا تھا آج انمول ملک پر۔

"اتنا سا جلا تکلیف نہیں دے سکتا انمول۔" وہ اپنے ہاتھ کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔ جسے انمول ملک نے تھام رکھا تھا۔

"زخم چھوٹا ہو یا بڑا زخم، زخم ہوتا ہے۔ اس لیے زیادہ حاتم طائی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ چپ کر کے کھڑے رہو۔" وہ اپنے نرم و ملائم انگلیوں سے مرحم لگا رہی تھی اور ملک کو اپنے دل پر ٹھنڈی پھوار گرتی محسوس ہوئی۔

"کیا ہوا؟" وہ پیچھے ہٹی تو ملک اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے سوال پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر اس کی جانب جھکا۔

"اپنا خیال رکھا کریں۔ جان سے بھی زیادہ قیمتی ہیں آپ۔" وہ جھک کر اس کی پیشانی پر محبت کی پہلی مہر ثبت کر رہا تھا۔ وہ ساکت ہوئی۔ اس کا چہرہ لالی چھلکانے لگا تھا۔ وہ شرم و حیا سے نظریں جھکا گئی۔ ملک چند پل اسے دیکھے گیا۔ وہ چہرہ ادھر ادھر

گھماتی اس کی نظروں سے اوجھل ہونے کا بہانہ تلاش رہی تھی۔واللہ یہ اس کی ہی بیوی تھی نا؟جو آج شرما رہی تھی۔

"ناشتہ۔"ملک نے اس سے دور ہوتے یاد دلایا۔انمول چونک کر سیدھی ہوئی۔پھر ایک نظر ٹیبل پر رکھے ناشتے کو دیکھا پھر اسے۔

"میرا موڈ نہیں ہے۔تم کر لو۔"وہ تپا دینے والی مسکراہٹ لیے پلٹی تھی۔

"واٹ!"ملک چیخا۔اپنی محنت اسے ضائع ہوتی نظر آ رہی تھی۔

"اب بنا دیا ہے تو کر کیوں نہیں رہی۔؟"اس کی آواز صدمے سے دوچار تھی۔ انمول نے اپنے کمرے کے قریب پہنچ کر پلٹ کر اسے دیکھا۔

"اگر بیویاں غلطی سے صبح جلدی اٹھ جائیں تو ضروری نہیں ہے کہ ناشتہ بھی وہی بنائیں گی۔خود بنا کر اور کھا کر بھی کام پر جایا جا سکتا ہے۔"وہ چھپاک سے اپنے کمرے میں غائب ہو گئی۔اور ملک کو اب اس کی بات سمجھ آئی تھی۔

وہ رشتوں میں برابری کی قائل تھی۔وہ جان گیا تھا۔ہنس کر سر جھٹکتے وہ اب ناشتہ کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد جب وہ باہر نکلی تو ملک اپارٹمنٹ میں نہیں تھا۔شاید وہ جا چکا تھا۔صبح کو یاد کرتی وہ مسکرائی تھی۔کتنا مکمل تھا ان کا رشتہ۔وہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

تبھی دروازے کی گھنٹی بجی تھی۔ایک بار پھر دو بار،اور پھر بار بار۔وہ پریشان ہو گئی۔اس وقت کون ہو سکتا تھا ملک تو ابھی ہی گیا تھا۔وہ گھبرا گئی۔دل انجانے اندیشوں کے خیال سے دھڑکا تھا۔چھٹی حس فوراً بیدار ہوئی تھی۔گھنٹی پر گھنٹی بجنے لگی تھی۔وہ ہڑبڑا کر دروازے کے قریب گئی۔ہول سے باہر جھانکا سامنے کوئی نہ تھا۔کیا کسی بچے کی شرارت تھی۔اس نے غصے سے تلملاتے دروازہ کھولا۔

دھت۔شاید یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

"کیسی ہے میری بیٹی۔؟"سفید لٹھے کے سوٹ میں ملبوس عزرائیل سامنے کھڑا تھا۔انمول ملک کا دل دھک سے رہ گیا۔آنکھوں میں سیاہ سمندر آن ٹھہرا۔وہ سیکنڈ

کی دیری کے بغیر پلٹی اور بھاگ کر اندر گم ہوئی۔ جہانداد ملک کا قہقہہ گونجا تھا۔ان کے پیچھے ایک اور آدمی کھڑا تھا۔

پھر وہ انمول کے پیچھے بھاگے۔وہ راہداری کے سرے پر گم ہوئی تھی۔جہانداد ملک نے اسے اس کے کمرے میں جاتے دیکھا۔ہڑبڑی میں وہ دروازے کو لاک لگانا بھول چکی تھی۔اور یہی دوسری غلطی تھی۔اس نے بھاگ کر اپنا سیل فون اٹھایا۔ لیکن جہانداد ملک اس تک پہنچ چکے تھے۔

"چھوڑیں مجھے بابا سائیں۔چھوڑیں۔" وہ چلا رہی تھی۔جہانداد ملک نے اسے بازو سے تھامے اپنے ساتھ گھسیٹا۔راہداری میں رکھے ٹیبل پر پڑا اوازا انمول کے ساتھ لگنے سے زمین بوس ہوا تھا۔

"میں نے کہا چھوڑیں مجھے۔ورنہ ملک آپ کو نہیں چھوڑے گا۔" اس نے دھمکی دی۔جہانداد ملک دروازے کے قریب رک گئے۔

"شیر کی کچھاڑ میں شیر پر نہ سہی اس کی شیر نی پر تو ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے نا۔" جہانداد ملک نے مڑ کر اپنے پیچھے کھڑے بندے سے تائید چاہی تھی۔اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چل۔" انہوں نے اسے دھکیلا۔اس کا سر دیوار سے جا لگا۔ہاتھ میں تھاما موبائل زمین بوس ہوا تھا۔پیشانی میں درد کی ٹیس اٹھی تھی۔

"بابا سائیں۔ چھوڑیں پلیز۔مجھے جانے دیں۔" وہ گڑگڑائی تھی لیکن جہانداد ملک کا یہ روپ باپ والا ہر گز نہ تھا۔

"خاموش۔" وہ دھاڑے۔انمول ملک چونک کر حال میں لوٹی۔آس پاس اندھیرا تھا۔خوشگوار صبح کا اختتام ہو چکا تھا۔باسی اور سوگوار شام چڑھ آئی تھی۔یا شاید رات۔کون سا پہر، کیا وقت ہو رہا تھا اسے نہیں معلوم تھا۔

پورے کمرے میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔وہ وہیں بیٹھی رہی جب دروازہ کھلا اور جہانداد ملک نے اندر قدم رکھا۔انمول ملک کا وجود خوف سے لرزا تھا۔بچپن سے

ایک ڈر سا تھا کہ ایک دن اس کا باپ اسے مار دے گا تو کیا وہ آج حقیقت بن جانے والا تھا۔

"کیسی ہے میری بیٹی۔؟" ان کا لہجہ نرم تھا لیکن اس میں طنز کی آمیزش تھی۔ انہوں نے کوئی بتی نہیں جلائی۔ وہاں ویسا ہی گھپ اندھیرا رہا۔ محض کھلے دروازے کی ہلکی سی درز سے روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔

"میری بیٹی۔" انہوں نے دوبارہ پکارا۔

"دیر مت کریں۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولی۔ سر گھٹنوں پر ٹکائے وہ بائیں جانب دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کس سلسلے میں دیر کر رہا ہوں میں؟"

"مارنا چاہتے ہیں ناں آپ مجھے۔ تو مار کر یہ قصہ آج یہیں تمام کر دیں۔ میرا بچپن کا ٹراما ختم کر دیں۔ جیسے میری ماں کو مارا تھا مجھے بھی مار دیں۔" اس نے سر اٹھایا۔ وہ

اندھیرے میں سفید رنگ کے سوٹ میں ملبوس جہانداد ملک کو دیکھ سکتی تھی۔ لیکن ان کا چہرہ نظر نہ آتا تھا۔اسے وہ ملک الموت معلوم ہوئے۔

"کیا ایک باپ اپنی بیٹی کو مار سکتا ہے؟"انمول کے لبوں پر استہزایہ مسکراہٹ اپنی چھپ دکھا کر معدوم ہوئی۔

"کیا ایک شوہر اپنی وفادار بیوی کو مار سکتا ہے؟"جواب حاضر تھا۔ایک پل کو وہ خاموش رہ گئے۔شاید انمول کا جواب سن کر۔

"کیا کرو گی اتنی نفرت کا۔؟"انہوں نے گہری سانس بھری۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"اور ملک سے محبت کر کے کیا ملے گا تمہیں۔؟"اب کی بار وہ خاموش رہی۔

"کتنی محبت کرتی ہو اس سے؟"انہوں نے ہاتھ کمر پر باندھے نیا سوال داغا۔

"دیوانگی کی حد تک۔"انمول نے خلا میں گھورتے جواب دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"جانتی ہو دیوانگی کی حد کیا ہے؟" وہ رکے۔ تھوڑا سا توقف کیا۔

"موت۔" سرگوشی سی تھی لیکن انمول ملک کا دل سکڑ گیا۔

"موت یقینی ہو گی۔ تمہاری یا تمہارے اس ملک کی۔" انہوں نے قہقہہ لگایا۔

"آپ کچھ نہیں کر سکتے۔" اس نے باور کرایا۔

"میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔" بلا کا اعتماد جھلکتا تھا ان کے لہجے سے۔

"خود کو بادشاہ سمجھ کر تکبر نہ کریں آپ منہ کے بل گرے تو اٹھنے کے قابل نہیں رہیں گے۔" انمول ملک کا دل کیا وہ ان کے انجام کا خاکہ کھینچ کر انہیں دکھا دے۔

"یہ بات ایک بیٹی اپنے باپ سے کہہ رہی ہے۔ اسٹرینج۔" انہوں نے کندھے جھٹکے۔ انمول ملک کا غصہ سر از نو عود آیا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں کیونکہ آپ باپ کہلانے کے لائق ہی نہیں۔آپ ایک حیوان ہو سکتے ہیں لیکن انسان نہیں۔" وہ غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔اسے ان کا سکون غارت کر رہا تھا۔

"اور ایسا کیونکر۔؟"

"آپ قاتل ہیں۔اتنے آپ کے سر کے بال نہیں ہونگے جتنے گناہ آپ کر چکے ہیں۔آپ لوگوں کی خوشیوں کے قاتل ہیں۔پھوپھو اور پھوپھا کا مرڈر بھی آپ نے کیا تھا۔مومن ابراہیم کے باپ کو بھی آپ نے مارا۔" جہانداد ملک چونکے۔ مومن ابراہیم،ملک کا دوست،ان کا اس سے کیا لینا دینا۔اور تبھی دماغ میں کوندا سا لپکا۔ابراہیم داؤد سے مومن ابراہیم اور پھر مومن ابراہیم سے صوفیہ ابراہیم کا وجود ان کی آنکھوں میں سماتا گیا۔وہ نمک کا مجسمہ بن گئے تھے۔وہ لڑکا ان کے ساتھ ہی رہا تھا۔اس کی آنکھیں انہیں ہمیشہ صوفیہ ابراہیم کی یاد دلاتی تھیں اور وہ تو جیسے جان کر بھی انجان بنے ہوئے تھے۔

"ندیم دارا سے لے کر حدید قریشی تک کے مقتول ہیں آپ۔اور آپ کہتے ہیں ایسا کیونکر؟ کیا آپ نہیں جانتے آپ کتنے ہی کبیرہ گناہ سرزد کر چکے ہیں۔ جن کی کوئی معافی نہیں۔ کوئی توبہ نہیں۔آپ خود کو زمینی خدا سمجھتے ہیں لیکن آپ خاک ہیں خاک۔آپ نے صوفیہ ابراہیم کو اپنی قید میں رکھا لیکن کیا ملا؟ ہار۔آپ نے میری ماں کو مارا تو کیا ملا؟ کچھ بھی نہیں بلکہ اس کے بدلے آپ کو اپنی ہی بیٹی کی نفرت مل رہی ہے۔" وہ چلائی تھی۔ کمرے کی سیاہ تاریک دیواروں نے دم روکے اس جنونی ہوتی لڑکی کو تکا۔

"ایک بیٹی اپنے باپ سے نفرت نہیں کر سکتی۔" جہانداد ملک کا لہجہ اب بھی پر سکون تھا۔انمول ملک کا دماغ گھوم گیا۔دانت پر دانت بجنے لگا تھا۔

"کرتی ہے ہر وہ بیٹی کرتی ہے جس کا باپ آپ جیسا ہو گا۔خدارا خود سے اتنی نفرت مت کروائیں کہ آپ کا چہرہ بھی دیکھنے کو دل نہ چاہے۔" آواز میں غراہٹ تھی۔ جہانداد ملک کا دل ایک لمحے کے لیے ڈوب سا گیا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے کہاناں ایک بیٹی کبھی۔۔۔"بولنے کی سعی کی گئی لیکن انمول ملک کی چنگھاڑتی آواز بہت تیز تھی۔

"خاموش ہو جائیں۔میں ہوں وہ بیٹی۔میں کرتی ہوں آپ سے نفرت۔آپ میری ماں کے قاتل ہیں۔آپ میرے بچپن کے قاتل ہیں۔آپ کو باپ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے مجھے۔آپ میرے ملک کی خوشیوں کے قاتل ہیں۔آپ مجھے مار دیں یا چھوڑ دیں لیکن خدارا ایسی اذیت تو مت دیں۔"اس کی آواز بالکل آخر میں کانپی تھی۔مزید بولنے کی سکت نہیں رہی تھی۔حلق میں کچھ اٹک گیا تھا۔وہ ملک کی اذیت محسوس کر سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ماروں گا۔لیکن تمہیں نہیں تم بیٹی ہو میری۔اسے ماروں گا جو اس سب کی جڑ ہے۔سب سے پہلے ختم ہو گا ملک اور پھر رفتہ رفتہ تم سب موت کا مزہ چکھو گے۔ جہانداد ملک موت انہیں پلیٹ میں رکھ کر پیش کرے گا۔"وہ جلالی ہو رہے

تھے۔ملک ان کی بیٹی کے معاملے میں انہیں مات دے گیا تھا۔وہ کیسے اپنی شکست قبول کرتے۔

"نہیں پلیز۔ملک نہیں اس کو کچھ مت کہیے گا ورنہ میں خود کو ختم کرلوں گی۔"اس نے برق رفتاری سے کہا۔جہانداد ملک اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"کہاناں اب وقت آگیا ہے چوہے اور بلی کا کھیل ختم ہونے کا۔اس شطرنج کی بساط اب الٹے گی۔"ان کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ تھی۔انمول انہیں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں کریں گے آپ۔"التجا تھی۔

"میں ایسا ہی کروں گا مائی ڈیئر ڈاٹر۔اور تم دیکھو گی۔خیر کسی سے ملوانا تھا تمہیں۔"انہوں نے اونچی آواز میں کسی کو بلایا۔

"قسم سے بہت شور کرتی ہے۔میرا سر درد کرنے لگا اس کی چیخ و پکار سن کر۔ صبح سے اس کمرے کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیے ہیں اس نے۔" انمول ملک سن بیٹھی رہ گئی۔دوسری ہستی کون تھی جو ان کے عتاب کا شکار ہونے جا رہی تھی۔؟

باہر سے کسی کے چیخنے چلانے کی آوازیں اس کے کانوں کے پردے پھاڑنے لگیں۔ اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے ان آوازوں کو سننے سے خود کو باز رکھا۔لیکن وہ جو بھی کرتی آواز قریب سے قریب تر ہو رہی تھی۔کمرے میں لگا نیم وا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔چوکھٹ سے چوکور ڈبے میں بنتی روشنی لمبی ہوتی سامنے سفید و سیاہ دیوار کے ساتھ ٹکرائی تھی۔

www.novelsclubb.com

تین پرچھائیاں ابھریں۔انمول ملک نے ادھر نہیں دیکھا۔وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔انہوں نے کسی شخص کو اندر دھکیلا تھا۔اور خود واپس ہو لیے۔جہانداد ملک باہر کی جانب بڑھنے لگے۔

"میٹ یور کزن۔جیا سکندر۔" وہ بولتے وہاں سے چلے گئے۔

"کھولو۔ پلیز ایسا نہیں کریں۔ مجھے جانے دیں۔" مقابل چیخ رہا تھا۔ لیکن اس کی نہیں سنی گئی۔ جہانداد ملک اسے نظر انداز کرتے باہر نکل گئے۔ دروازہ پھر سے بند ہوتا کمرے کو مکمل تاریکی میں نہلا گیا۔

"پلیز کوئی ہے کھولو اسے۔ مجھے باہر نکالو پلیز۔" وہ چیخ رہی تھی اور کمرے کے کونے میں بیٹھی انمول ملک کا سر یک دم اٹھا۔ وہ حق دق تاریکی میں مندمل سی نظر آتی جیا سکندر کو دیکھ رہی تھی۔

"تو تمہاری منزل بھی یہی بنی جیا سکندر۔ دشمنی جیت گئی۔ اسے جیتنا ہی تھا۔" وہ بولی تھی۔ جیا نے اندھیرے میں دیدے پھاڑے خود کو اس ماحول سے مانوس کرنا چاہا۔

"آپ انمول؟" وہ یقین چاہتی تھی۔

"ہاں میں انمول۔ جس کا باپ دشمنی میں اپنے دشمن کو مات دینے جا رہا ہے۔ اس کھیل کا انجام یونہی لکھا تھا۔ اسے یونہی کھیلا جا سکتا تھا۔" اس نے خالی ہتھیلیاں اپنے

سامنے کیں۔ہاتھ خالی تھے۔دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔جیا سکندر نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

"یااللہ۔میں کیا کروں؟ بالاج مجھے کیسے ڈھونڈیں گے؟" وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔انمول کے دل کو کچھ ہوا۔اس کا جیا سکندر سے دوہرا رشتہ تھا۔ایک طرف کزن کی حیثیت تو دوسری طرف وہ اس کی نند کا درجہ رکھتی تھی۔

"مجھے جانا ہے یہاں سے۔پلیز کوئی ہے مجھے باہر نکالو۔میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔تمہیں اللہ کا واسطہ ہے مجھ پر رحم کھاؤ۔" اس نے دروازے پر کاری ضربیں لگائی۔لیکن اس پار سے جواب ندارد تھا۔اس نے کوشش نہیں چھوڑی۔وہ چیختی چلاتی دروازہ پیٹ رہی تھی۔

"خاموش ہو جاؤ جیا سکندر۔!" انمول اونچی آواز میں بولی تھی۔جیا سہم گئی۔رونے کا شغل جاری رکھا۔

"کیسے خاموش ہو جاؤں۔؟انمول مجھے اپنے بالاج کے پاس جانا ہے۔مجھے یہاں سے نکال دیں پلیز۔"وہ گڑگڑا رہی تھی۔انمول ملک اندھیرے میں گرتی سنبھلتی اس تک پہنچی تھی۔

"شش۔خاموش ہو جاؤ۔کچھ نہیں ہو گا تمہیں۔وہ ہمیں بچالے گا۔"اس نے جیا کو خود سے لگایا۔وہ خاموش ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"وہ کون؟"ہچکی بھری۔

"ملک۔"

"ملک کون؟"جیا کو سمجھ نہیں آیا تھا۔

"ماہیر سکندر۔"اصل تعارف جیا کے چودہ طبق روشن کر گیا۔ امید کی ڈھارس بندھی تھی۔ہاں اس کا اینجل اس تک پہنچ جائے گا۔ہمیشہ کی طرح وہ اسے بچالے گا۔لیکن آخر کب؟

www.novelsclubb.com

"یہ لوگ ہیں کون؟ مجھے کیوں اغواء کیا ہے۔؟"اس کی آواز بیٹھنے لگی تھی۔شاید وہ بہت دیر سے رو رہی تھی۔انمول نے لب بھینچ لیے۔جیا پریگننٹ تھی اس کے لیے پریشانی نقصان بن سکتی تھی۔

"تمہارا اغواء کار تمہاری ماں کا سگا بھائی اور میرا باپ ہے جیا سکندر۔"انمول نے آہستہ آواز میں سرگوشی کی اور جیا سکندر پر تاریک چھت پھٹ پڑی تھی۔کیا اس کے ماں باپ اور بھائی کے بعد وہ ان کے ظلم کی نذر ہونے والی تھی۔؟

"تو آپ سے کیا دشمنی ہوئی ان کی؟"اس کی طرح اس کے سوال بھی معصوم تھے۔انمول ملک آزردگی سے مسکرائی۔جیا سکندر کی آنکھوں میں موتی تھے۔

"غداری دشمنی سے زیادہ ظالم ہوتی ہے۔"

"مطلب؟"جیا نے سر اٹھائے اسے دیکھا۔انمول ملک اسے قیمتی متاع کی طرح خود سے لگائے ہوئے تھی۔

www.novelsclubb.com

"میرے باپ کی ڈکشنری میں غداری کی سزا صرف موت ہے۔" سفاک الفاظ۔ جیا سکندر کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اگر جو اس کے بچے کو کوئی نقصان پہنچ گیا؟

"آپ پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہیں۔ سیدھی طرح بتائیں ناں۔" جیا چڑ گئی تھی۔

"میں ماہیر سکندر عرف ملک کی زوجہ ہوں۔ تمہاری بھابھی۔ اور یہی شکست میرے باپ کو قبول نہیں۔" انمول نے دھیرے سے کہا تھا۔ جیا گنگ رہ گئی۔

"بھابھی؟"

"ہاں۔" انمول نے تصدیق کی تھی۔

"لیکن۔" اس نے کچھ کہنا چاہا۔

www.novelsclubb.com

"یہی سچ ہے جیا سکندر۔اب ایک لفظ اور نہیں۔انتظار کرو وہ ہم تک پہنچ جائیں گے۔"انمول نے اس کی پشت تھپکی۔وہ حیران تھی اور بے یقین بھی۔لیکن وہ خاموش ہو گئی۔

ان دونوں عورتوں کے لبوں پر دعاؤں کا ورد تھا۔اپنے محافظوں کو بلانے کی صدا تھی۔انہیں انتظار کرنا تھا۔اندھیرے کے بعد اجالے کا۔بارش کے بعد کے موسم کا۔انمول کو آج معلوم ہوا تھا وہ اتنی کمزور کیوں تھی۔کیونکہ وہ ملک سے محبت کرتی تھی اور جہاں جذبات آجائیں وہاں قدم ڈگمگانے لگتے ہیں۔

---

www.novelsclubb.com

سورج کی تیز روشنی کمرے میں لگی واحد کھڑکی سے چھن کر اندر آرہی تھی۔دھول کے ذرّات پتنگوں کی طرح اس روشنی میں صاف نظر آتے تھے۔اسٹڈی ٹیبل پر کتابیں بکھری پڑی تھیں۔ہمیشہ کی طرح اس کا کمرہ درست حالت میں نہیں تھا۔وہ ایسے میں ابھی باتھروم سے سے نکلا تھا۔تولیے سے بال رگڑتے اس نے تولیہ بیڈ پر

پھینک دیا۔ پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بال سنوارے۔ جب صوفیہ ابراہیم دروازے پر ہلکی دستک دیتی اندر داخل ہوئی تھیں۔ وہ مسکرا دیا۔

صوفیہ ابراہیم نے سر تا پیر اسے دیکھا۔ وہ آج مختلف حلیے میں تھا۔ بلیک پینٹ پر گرے شرٹ پہنے ہوئے وہ آج نیلے رنگ سے آزاد تھا۔ اور شاید نیلے رنگ والی سے بھی؟

"کہاں جانے کی تیاری ہے؟" وہ آگے بڑھی۔

"سینٹر جا رہا ہوں۔" صوفیہ ابراہیم اس کے قریب کھڑی تھیں۔

"اتنی تیاری کے ساتھ۔" وہ حیران تھیں۔ آج مومن ابراہیم بدلا بدلا سا تھا۔

"جی کیا معلوم کوئی لڑکی ہی پٹ جائے۔"

"میرے بیٹے کو لڑکی پٹانے کی کیا آن پڑی۔ وہ تو خود بخود پٹ چکی ہے۔" وہ مسکراہٹ دبائے بول رہی تھیں۔ مومن ہنس دیا۔

"اچھا۔"اس نے اچھا کو لمبا کھینچا۔صوفیہ ابراہیم اسے گھور رہی تھیں۔

"کیا ہوا۔؟"

"سب جانتی ہوں بیٹا آخر ماں ہوں تمہاری لیکن میری ایک نصیحت یاد رکھنا۔پھول ہمیشہ اس باغ میں کھلتا ہے جس کی مٹی زرخیز ہو۔"وہ ان کی بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔لیکن سنجیدہ اور افسردہ ہونے کی بجائے اس نے صوفیہ ابراہیم کا ماتھا چوما۔وہ ماں تھیں اس کی۔اسے سب سے عزیز تھیں۔اس ماں کا انتظار اس نے اپنی زندگی کے تئیس سالوں میں کیا تھا۔لوگ اگر پہلے کہتے کہ مومن ابراہیم کے پاس ہر شے ہے تو وہ انکار کر دیتا لیکن اب اس کے پاس پوری دنیا تھی۔وہ اپنی دنیا کو خوبصورت بنائے رکھ سکتا تھا۔اور وہ ان کی خوشی کے لیے وہ سب کچھ کرنے والا تھا جس کی انہیں چاہ تھی۔

صوفیہ ابراہیم اس سے پہلے کوئی اور بات کرتیں مومن ابراہیم کا فون رنگ ہوا۔

"ٹھیک ہے تم بات کر لو۔ میں چلتی ہوں۔" وہ کہتی جیسے آئی تھیں چلی گئیں۔ مومن نے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھایا۔ نمبر غیر شناسا تھا۔

"السلام علیکم۔؟" اس نے کال اٹھاتے فون کان سے لگایا۔

"میں حماد بات کر رہا ہوں۔ آپ کو یہ کال میرے باس کی جانب سے کی گئی ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" دوسری طرف سے آواز ابھری۔

"کس باس کی بات کر رہے ہیں آپ۔؟" اس نے پوچھا۔

"شارق کبیر۔ انہیں آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" حماد نے مطلع کیا۔ مومن ابراہیم کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔ وہ شخص چین سے نہیں بیٹھ رہا تھا۔ عزت کا بیڑا غرق کروا کر بھی وہ نئی کشتی میں تیرنا چاہتا تھا۔

"اور آپ کو کیوں لگتا ہے کہ میں آؤں گا؟" وہ کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ اسے سینٹر جانا تھا۔ پھر بسمہ کی خیریت دریافت کرنی تھی۔

"مجھے نہیں باس کو لگتا ہے کہ آپ ضرور آئیں گے۔"مومن تلخی سے کچھ بڑبڑایا تھا۔

"اپنے باس سے کہو مجھے خود کال کر کے دعوت دے کیونکہ مومن ابراہیم کسی ملازم کا حکم نہیں مانا کرتا۔"دوسری جانب سے کال ڈراپ ہو گئی۔مومن اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔

"اس بڈھے کا بھی کچھ کرنا پڑے گا۔"اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی۔اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ شارق کبیر کو اس سے کیا بات کرنی ہے۔

انہوں نے مومن ابراہیم کو کیوں بلایا تھا؟کیا کچھ تھا جس سے وہ بے خبر تھا؟

ہاسٹل کا ماحول ویسا ہی تھا جیسے پہلے ہوا کرتا تھا۔گارڈن میں دھوپ تھی تو اس طرف کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ٹریننگ ڈپارٹمنٹ میں خاموشی تھی غالباً آج ان کا آف

تھا یا کچھ اور۔اس کے دائیں اور بائیں جانب موجود لڑکے اور لڑکیوں کے ہاسٹلز میں شور تھا۔ویسا ہی شور جو کسی بھی ہجوم میں لگا ہو سکتا ہے۔لیکن کچھ لوگ اس سب سے بے نیاز اپنے روم میں سکون کی نیند سو رہے تھے۔اور کچھ مختلف کام انجام دے رہے تھے۔

ایسے میں ان دونوں کے کمرے کی جانب آؤ تو دروازہ مقفل تھا۔اندر دو لڑکیاں محو گفتگو تھیں۔

"واقعی۔؟مومن نے تمہیں بلایا ہے۔افف۔"فریال ساجد کے چہرے کی خوشی دیدنی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں اس نے مجھے بلایا ہے۔اینڈ یو نو واٹ،ہی از چینجڈ۔"بسمہ اپنے بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔موبائل ہاتھ میں تھامے اس کی انگلیاں اوپر نیچے حرکت کر رہی تھیں۔

"ہیں؟ کیسی تبدیلی؟" بسمہ نے نظریں اٹھا کر فریال کو دیکھا جو اسٹڈی ٹیبل کی کرسی کھینچے دونوں پیر اوپر کیے بیٹھی تھی۔

"وہ مجھ سے محبت کرنے لگا ہے۔" وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔

"بھول ہے تمہاری۔" اس نے گھور کر فریال کو دیکھا۔

"حقیقت ہے یہ۔" فریال نے نفی میں سر ہلایا۔

"اگر یہ حقیقت ہے تو کبھی آشکار نہیں ہو گی۔" فریال نے کندھے اچکا دیے۔

"فریال تم یوں میرا دل نہیں توڑ سکتی۔" اس کی حالت رونے والی ہوئی تھی۔

فریال کو ایک لمحے کے لیے اس پر ترس آیا لیکن وہ اسے خواب نہیں دکھا سکتی تھی۔

بسمہ اس کی دوست تھی اور دوستوں کے لیے سب سے ضروری چیز یہی ہے کہ انہیں گائیڈ کیا جائے۔

"نہیں میں تو تمہیں۔۔۔" وہ بات سنبھالنے لگی۔ لیکن بسمہ کے موبائل کی رنگ ٹون پر خاموش ہو گئی۔

"ایک منٹ۔" اس کی تیوری چڑھی۔ ناگواری سے آنے والی کال کو کاٹا۔ لیکن مقابل ڈھیٹ تھا۔ دوسری باری پر بسمہ نے فون کان سے لگالیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے سرد مگر بہت ہی نرم آواز ابھری تھی۔ بسمہ کی موبائل پر گرفت مضبوط ہوئی۔

"کوئی کسر باقی رہ گئی تھی مسٹر شارق کبیر۔ جو دوبارہ مجھے کال کرنے کی نوبت پیش آ گئی؟" ناپسندیدگی عیاں تھی۔ فریال اسے دیکھے گئی۔

"نہیں تو۔ میں نے تو تمہیں کچھ بتانے کے لیے فون کیا ہے 'میری بیٹی'۔" وہ اپنے آفس میں بیٹھے تھے۔ بالکل تنہا۔ کمرے میں نیم اندھیرا تھا شاید بتیاں بجھائی گئی تھیں۔

"کیا بتانے کے لیے؟اب کون سا اٹیک ہوا ہے آپ کو؟"طنزیہ آواز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔

"اٹیک تو تمہیں دینے جا رہا ہوں بسمہ شارق کبیر۔"

"اوہ۔میں تو ڈر گئی۔اس بار کیا کرنے والے ہیں آپ؟مجھے گاڑی تلے کچلنے اور بند کمرے میں مارنے کا پلین تو فلاپ ہو گیا آپ کا۔کون سا نیا منصوبہ بنایا ہے آپ نے اس دفعہ۔؟"وہ طنز پر طنز کے تیر پھینک رہی تھی اور شارق کبیر ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے اس کی باتیں سن رہے تھے۔فریال ساجد نامحسوس انداز میں وہاں سے باہر جا چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں نے پلین چینج کر لیا ہے اب۔تمہیں نہیں ماروں گا کیونکہ تمہیں مارنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"ان کی آنکھوں میں کچھ پنہاں تھا۔بسمہ شارق ان کی سرد آواز پر کانپ گئی تھی۔وہ نہیں تو کون؟

"اس سے پہلے تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔" ان کی آواز واپس نرم سی ہو گئی تھی۔ بسمہ نے حلق تر کیا۔

"ثناء خان یاد ہے تمہیں۔؟ اور اس کی موت کیسے ہوئی یہ پتا ہے تمہیں؟" پراسرار لہجہ۔ بسمہ شارق کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سنسنی خیز لہر دوڑی تھی۔ آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی رہ گئیں۔ ثناء خان کبھی ایک مشہورِ زمانہ اداکارہ ہوا کرتی تھیں۔ ثناء خان کو اگر اداکارہ کی بجائے شارق کبیر کی اہلیہ کے نام سے یاد کیا جاتا تو بہتر تھا۔

لیکن اس وقت بسمہ شارق انہیں اپنی ماں کے نام سے یاد کر رہی تھی اور شارق کبیر کی طرف سے پھونکے جانے والے صور کے ساتھ اس کا پورا وجود منجمد ہوتا جا رہا تھا۔ آہ کاش وہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی یا کال کاٹ دیتی لیکن وہ ہلنے سے انکاری تھی۔

بالکل کسی مورت کی طرح جو پتھر کی بن چکی ہو۔

فریال ساجد ہاسٹل سے باہر نکل آئی تھی۔گارڈن کی جانب قدم اٹھاتے وہ سامنے سے آتے مومن ابراہیم کو دیکھ کر رک گئی۔وہ اس کے قریب آرکا تھا۔فریال آنکھیں سکوڑے اسے دیکھے گئی۔

"بسمہ کیسی ہے اب؟" حالِ یار دریافت کیا گیا تھا۔فریال کچھ سخت کہنا چاہتی تھی لیکن لب سل گئے۔

"ٹھیک ہے۔" محض دو الفاظ۔

"مجھے بات کرنی ہے اس سے، کیا آپ اسے بلوا سکتی ہیں۔میں باہر اس کا انتظار کر رہا ہوں۔" وہ اجلت میں لگتا تھا۔

"نہیں۔دراصل وہ مصروف ہے۔آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔" وہ کہہ کر آگے بڑھنے لگی۔

"کتنا۔؟"

www.novelsclubb.com

"جی۔؟"

"میں نے پوچھا کتنا انتظار کرنا پڑے گا؟" بھوری آنکھوں میں کچھ تھا۔فریال ٹھٹھک گئی۔تو کیا وہ واقعی محبت کرنے لگا تھا؟

"شاید چند منٹ، گھنٹے اور ہو سکتا ہے پوری زندگی بھی کم پڑ جائے۔" مومن دھیرے سے ہنس دیا۔

"اوکے۔میں اس کا انتظار کروں گا۔اسے بتا دیجئے گا کہ اگر یہی انتظار 'اس' کی قسمت میں لکھا گیا تو کیا وہ صبر کر پائے گی۔؟" وہ پلٹ گیا تھا۔

"وہ بہت صابر ہے۔وہ آپ کے حصول کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہے۔" فریال کی آواز آہستہ تھی۔دور جاتے مومن ابراہیم کی سماعت سے کوسوں دور۔فریال بھی آگے بڑھ گئی۔

لیکن اپنے کمرے میں موجود بسمہ شارق آگے نہیں بڑھ سکی۔

وہ ایک کشادہ حال کمرہ تھا۔ گہرے سبز رنگ سے اٹا ہوا۔ اس کمرے کا دیدار تم پہلے بھی کر چکے ہو۔ وہاں مشرقی دیوار کے ساتھ تصویریں چسپاں تھیں۔ چھوٹی بڑی ہر تصویر۔ اس کے مخالف سمت دیوار پر ایک وائٹ بورڈ لگا ہوا تھا۔

شطرنج کے تمام پیادوں کے چہرے اس دیوار پر ٹنگے تھے۔ ان میں سب سے بڑی اور واضح تصویر جہانداد ملک کی تھی۔ وہ تمام تصویروں کے وسط میں لگی ہوئی تھی۔ ہر شخص گھوم پھر کر اسی سے آ جڑتا تھا۔

"تمہارا دی اینڈ بہت جلد ہو گا جہانداد ملک۔" دیوار کو تکتے کمر پر دونوں ہاتھ ٹکائے ملک گہری سوچ کے زیر اثر بول رہا تھا۔ چند تصویروں پر سرخ کانٹے کے نشان لگے تھے ماسوائے بچ جانے والوں کے۔

"ماہیر ادھر آؤ یہ دیکھو۔" اس کے دائیں ہاتھ پوری اور لمبی دیوار کے ساتھ مختلف مانیٹر اسکرینز لگی ہوئی تھیں۔ جن میں سے ایک کے سامنے بالاج سکندر جھکا کھڑا

تھا۔اس کے ساتھ وہی عینک پہنے لڑکا کھڑا تھا۔جسے تم پہلے بھی کنٹرول روم میں دیکھ چکے ہو۔

"کیا ہوا۔؟" ماہیر چلتا ہوا ان دونوں کے قریب آیا۔بالاج نے ہاتھ میں تھامے پین سے سامنے اسکرین پر ایک جگہ اشارہ کیا۔

"یہ جگہ جہانداد ملک کے تسلط میں شمار ہے۔ہو سکتا ہے اس نے ان دونوں کو وہاں رکھا ہو۔" وہ گویا ہوا۔ماہیر نفی میں سر ہلا گیا۔

"یہ جگہ اس کی ہے کوئی شک نہیں۔لیکن وہ جیا اور انمول کو وہاں لے کر نہیں جا سکتا کیونکہ اسے معلوم ہے میں اسے اس کی جگہوں پر تلاش کروں گا۔" وہ پیچھے ہٹ گیا کمرے کے وسط میں لگی میز پر رکھی فائلز کھنگالنے لگا۔کمرے میں مزید ایک لاکر کے سوا کچھ نہ تھا۔ایک دیوار خالی تھی جس میں دروازہ نصب تھا۔

"اوہ رئیلی۔؟ اور ماہیر سکندر یہاں کیا کر رہا ہے۔کیا وہ اسے اس کی جگہوں پر تلاش کر رہا ہے۔مجھے تو نظر نہیں آ رہا۔" اس کی آواز کے ساتھ آنکھوں میں بھی طنز تھا۔

ماہیر نے گردن گھما کر اسے دیکھا اور جب بولا تو آواز سرد تھی۔

"کالم ڈاؤن میرے بھائی۔اس کا یہ اندازہ غلط ہے۔" وہ مسکرایا۔ بالاج کو اس کی مسکراہٹ مزید سلگا گئی تھی۔

"ماہیر۔میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔؟ہم اتنی دیر کیوں کر کر رہے ہیں؟اگر اس نے میری جیا یا تمہاری انمول کے ساتھ کچھ کر دیا تو۔؟کیا کریں گے ہم۔؟ سمجھنے کی کوشش کرو وہاں میری بیوی کے ساتھ بچہ بھی خطرے میں ہیں۔" ماہیر نے کوئی جواب نہیں دیا۔بلکہ ٹیبل کے قریب رکھی دو کرسیوں میں سے ایک کھسکائی۔

"ادھر بیٹھو۔" اس نے بالاج کا ہاتھ پکڑ کر اسے کرسی پر بٹھایا۔اسے ماہیر پر سخت غصہ آیا تھا۔لیکن وہ دبا گیا۔

"سب سے پہلے تو تمہیں گھبرانا نہیں ہے۔جسٹ چل لائک می۔"

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں ماہیر۔ تم دیر کر رہے ہو اور مجھے یہ سب ہزم نہیں ہو رہا۔" ماہیر نے لمبی سانس بھرے افسوس سے اسے دیکھا۔

"تھوڑی دیر خاموش ہو کر میری سن لو گے یا اپنی ہی کرنی ہے تم نے۔" وہ خاموش ہو گیا۔

"دیکھو ہماری بیویاں اپنے اپنے گھر سے کڈنیپ ہوئی ہیں۔ ان کو کڈنیپ کرنے والا جہانداد ملک ہے۔" ماہیر نے ہاتھ ہلاتے اسے سمجھایا۔

"اور تمہیں کیسے معلوم یہ سب اس نے کیا ہے۔؟ ہو سکتا ہے ہمارا دشمن کوئی اور ہو۔؟" بالاج نے جتنی تیزی سے یہ بات کہی تھی ماہیر کے ہلتے لب خاموش ہو گئے۔

"نہیں۔" اور وہ چند دن پیچھے چلا گیا۔

)وہ اس دن کی بات تھی جب وہاج ملک گھر چھوڑ کر گیا تھا اور اسی بات پر جہانداد ملک بپھر گئے تھے۔رات کا وقت تھا۔ملک بالکنی میں تنہا بیٹھا تھا۔جب جیب میں رکھا موبائل تھرتھرایا۔

"السلام علیکم۔"ہمیشہ کی طرح اس نے اس شخص پر سلامتی بھیجنا لازمی سمجھی لیکن جواباً سلامتی بھیجنا ضروری نہیں جانا گیا۔

"تم اچھا نہیں کر رہے ملک۔"وہ دھاڑے تھے۔ملک نے ایک دم فون کان سے دور کیا۔

"اب کیا کر دیا مجھ معصوم نے۔"چہرے پر مسکینیت طاری کر لی گئی تھی۔

"معصوم اور تم۔؟تم جیسا انسان بھیڑیے سے بھی کم خطرناک نہیں ہو سکتا۔"

"بلیو می۔ سسر جی اب تو مجھے یہ لفظ رٹ گیا ہے۔ میں سچ میں ایک بھیڑیا ہوں۔ اور جانتے ہیں ان کی خصلت کیا ہوتی ہے؟" وہ رکا۔ آنکھوں میں جنون سا در آیا تھا۔ ساری معصومیت پل میں ہوا ہو گئی۔

"یہی کہ وہ مردار نہیں کھاتا۔ وہ اپنا تازہ شکار کرتا ہے اور کتوں کو تو ہر گز منہ نہیں لگاتا۔" اس کے لہجے کی پھنکار ایک پل کے لیے جہانداد ملک کو ٹھٹھکا گئی۔

"اور سب سے بڑھ کر وہ اپنے ماں باپ سے وفادار ہوتا ہے۔ وہ اپنے قبیلے کا ایلفا کہلاتا ہے صرف اس لیے کہ اسے اپنے پیچھے رہ جانے والوں کے سروائیول کی فکر رہتی ہے۔ وہ ان کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔" پل میں جہانداد ملک کو اپنے کمرے میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی تھی۔ ان کے کمرے کے پردے گھٹن کے ڈر سے ہمیشہ کی طرح ہٹے ہوئے تھے۔

"اور میں واقعی میں ایک بھیڑیا ہوں۔ مجھے اس حال میں پہنچانے والے بھی آپ تھے اور میری اس شناخت کو مجھ پر آویزاں کرنے والے بھی آپ ہیں۔ تھینکس ٹو

یو۔"وہ آخر میں پراسراریت سے مسکرایا تھا۔جہانداد ملک سے کچھ بولا یا کہا نہیں گیا۔

"کیا ہوا بولتی بند کیوں ہو گئی آپ کی؟"انہوں نے غصے سے فون کو بھینچا۔

"تم پچھتاؤ گے ملک۔مجھے برباد کیا تو رہے گا تمہارے پاس بھی کچھ نہیں۔"ملک دھیرے سے ہنس دیا۔

"میرے پاس آپ نے چھوڑا ہی کیا ہے۔؟"کرب،دکھ اور ملال۔اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔جلد ہی وہ خود پر قابو پا گیا۔

"مت بھولو کہ تمہارے پاس میری ایک قیمتی شے ہے۔"ان کا اشارہ انمول کی طرف تھا۔

"وہ شے نہیں انسان ہیں اور اب میری ہیں۔"

"اور اگر تم سے چھین لی جائے۔"جہانداد ملک کا لہجہ اور انداز بدل گیا تھا۔

"شیر کی کچھاڑ میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اپنا بندوبست کر لینا چاہیے۔" وہ انہیں وارن کر رہا تھا۔اس کی بات پر وہ ہٹ دھرمی سے ہنسے۔

"تو پھر انتظار کرو پیارے۔کیونکہ جو میں اب کروں گا اس سے تمہاری روح تک کانپ جائے گی۔" انہوں نے کھٹاک سے فون بند کر دیا۔اور ملک تعوذ پڑھ کر رہ گیا۔شیطان سے چھٹکارا کا وہ واحد حل تھا۔(

"جہانداد ملک مجھے توڑنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔اور اسی لیے انہوں نے انمول کو اغواء کیا ہے۔ان کا اصل مقصد مجھ تک پہنچنا ہے۔وہ مجھے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔کیونکہ اس انتقام کے چکر میں میری یا میرے دشمنوں کی موت اٹل حقیقت ہے۔" بالاج کا دل دھڑکا۔وہ کتنے مزے سے اپنی موت کا نام لے رہا تھا۔

"اس لیے وہ کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں گے جہاں جانے کے لیے بھی مجھے کم از کم دن لگ جائیں۔تم فکر نہیں کرو۔میری تلاش جاری ہے۔ضروری نہیں کہ ہمیشہ

کی طرح ماہیر سکندر ہی ہر شے کا سراغ لگائے کچھ چیزیں دوسروں کے لیے بھی چھوڑ دینی چاہئیں۔" بالاج کو اب کچھ کچھ سمجھ آ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے سنے گیا۔

"اس نے سب سے پہلے تمہارے گارڈز کو ٹھکانے لگایا اور پھر رات حویلی میں گھس کر جیا سکندر کو اغواء کیا۔ انمول اور جیا دونوں ساتھ ہیں۔ اور جب انسان ایک سے دو اور میں سے ہم ہو جائے تو اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی۔" اب وہ بالاج کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

"ان کا اغواء کار جہانداد ملک ہی ہے۔ اور جانتے ہو میں اتنا آرام سے کیوں بیٹھا ہوں۔؟" بالاج کا سر نفی میں ہلتا گیا۔ یہ تو وہ واقعی نہیں جانتا تھا۔

"کیونکہ مجھے پتا ہے وہ خود مجھے کال کرے گا۔" بالاج کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں۔

"اور تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے؟" ماہیر نے سر نفی میں ہلایا۔

"اغواء کرنے کے بعد اغواء کار سب سے پہلے ایک کام کرتے ہیں۔" وہ بولا۔

"اغواء کار سب سے پہلے وکٹم کے وارث کو کال کرتا ہے اور اپنا مطالبہ سامنے رکھتا ہے۔" بالاج کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"بالکل۔اس لیے دیکھتے جاؤ۔وہ مجھے کال کرے گا اور پھر اپنا مطالبہ رکھے گا۔" ماہیر پر سکون ہو گیا۔ بالاج سکندر کے کندھوں سے بھی یک دم منوں بوجھ ہٹ گیا۔

"تو پھر تم اس سب کے ساتھ کیا کر رہے ہو۔؟" بالاج نے اس سارے بکھیرے کی طرف اشارہ کیا جو وہ رات سے پھیلائے بیٹھے تھے۔

"میں ایک کام میں بہت اچھا ہوں بالاج۔" اس کے لبوں پر ترچھی مسکان تھی۔

"میں ایک اچھا مخبر ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں سمجھا نہیں۔؟" وہ واقعی نہیں سمجھ سکا تھا کہ وہ کس کی مخبری کر رہا ہے؟

"اب میں تمہیں سمجھانے پر اپنا وقت ضائع کروں گا؟" بالاج سلگ کر رہ گیا۔

"ماہیر۔"اس کی آواز میں تنبیہہ تھی۔ماہیر نے ہاتھ سے اسے دھیرج رہنے کا اشارہ کیا۔

"کچھ باتیں بتائی نہیں جاتیں بلکہ وقت کے ساتھ خود ہی عیاں ہو جاتی ہیں۔"اس نے کہااور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ بالاج سر کھجا کر رہ گیا۔اسے ماہیر سکندر پر پورا یقین تھا۔اس نے کہا تھا کہ وہ ان دونوں کو ڈھونڈ لے گا تو وہ ڈھونڈ ہی لے گا۔ لیکن بالاج سکندر بھی یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

آسمان پر سیاہی کی چادر بچھ چکی تھی۔ستاروں کا تھال سیاہ آسمان پر مقیش کی طرح انڈیلا گیا تھا۔ فسوں خیز ماحول سے دور اس کے کمرے میں جھانکو تو ایک وجود بستر میں دبکا سویا ہوا تھا۔دفعتاً تیز ہوا کے دوش پر کھڑکی پر لگے سفید پردے پھڑ پھڑائے۔بستر میں لیٹے وجود کے چہرے پر کچھ عجیب سا تاثر چھانے لگا۔اور پھر وہ یک دم اٹھ بیٹھی۔

سیاہ لمبے بال چہرے اور کندھوں پر گرے تھے۔چہرہ پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ پورے جسم پر کپکپی طاری تھی۔

سامنے کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے تھے۔اسے یاد تھا وہ دروازہ اور کھڑکی بند کر کے سوئی تھی۔خوف نے ایک دم اس کے چہرے کا احاطہ کیا۔اس کے لب کپکپائے۔

"کک۔کون ہے؟" وہ دھیمی آواز میں بولی۔لیکن کوئی آواز نہیں آئی تھی۔کمرے کی تاریکی میں یکلخت اسے کسی دوسرے وجود کی موجودگی کا احساس ہوا۔وہ سانس روک گئی۔اسے لگا جیسے دائیں جانب کوئی کھڑا ہے۔دھیرے سے گردن گھمائی۔

"آآآ۔" اگلے ہی پل اس کی فلک شگاف چیخ کمرے کی ساکن فضا میں گونج گئی۔

اسکے دائیں جانب ایک ہیولہ سا کھڑا تھا۔اسے لگا وہ لمحہ سب سے اذیت ناک تھا۔ کچھ چھن جانے کا خوف دل کو اپنی لپیٹ میں لے گیا اور اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی جو کچھ اونچائی پر موجود سوراخ سے اور

دروازے کی دریچوں سے اندر داخل ہوتی تھی۔اس کا ذہن اس سب سے مانوس ہونے لگا۔

"یااللہ۔"وہ چند سیکنڈ کے لیے نیند میں گئی تھی اور وہی حقیقت اب خواب بن کر نیند تباہ کرنے آگئی تھی۔وہ بے ساختہ رونے لگی۔

"جیا کیا ہوا تمہیں۔؟"اس کے ساتھ بیٹھی انمول نے اس کا رونا محسوس کر لیا تھا۔

"ان۔انمول بالاج کو بلادیں پلیز۔مجھے ان کے پاس جانا ہے۔جیا ان کے بغیر اکیلی ہے۔"وہ ہیجانی کیفیت میں رو رہی تھی۔روتے روتے ہچکی بندھتی اور وہ پھر سے رونے لگتی۔انمول نے آنکھوں میں آئی نمی کو پرے دھکیلا۔پھر اس کے بال سہلائے۔

"شش میری جان۔تم اکیلی نہیں ہو میں ہوں ناں تمہارے ساتھ اور تو سب سے بڑھ کر تمہارا بے بی ہے تمہارے ساتھ،اس لیے پلیز پریشان مت ہو۔تمہاری

طبیعت بگڑ سکتی ہے۔"اس نے اپنے کندھے سے لگ کر روتی جیا کو دلاسہ دیا۔لیکن وہ رونے کا شغل جاری رکھے ہوئے تھی۔

"وہ کب آئیں گے؟"پُرامید نظریں انمول پر جما کر جیا نے سوال کیا تھا۔مگر انمول کے لبوں پر لگا قفل نہیں ٹوٹا۔یہ تو وہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کب آئیں گے۔وہ اسے کیا تسلی دیتی؟کیونکہ وہ بھی تو اسکی طرح منتظر تھی۔

"تم دعا کرو....رات ڈھل گئی ہے۔وہ جلد ہی آجائیں گے۔"لب کچلتے وہ امید کی، دھاگے جیسی نازک ڈور کا سرا جیا کے ہاتھ تھما گئی۔

"تم بہت ہمت والی ہو۔"جیا نے سراہا۔نا جانے کیسے اسکی زبان سے یہ لفظ انمول کے لیے ادا ہوئے تھے۔

"میں کمزور کیوں بنوں جیا، جس کے پاس ملک جیسا شوہر ہو وہ خوف کیوں کھائے؟ "وہ آنکھوں میں الگ تاثر لیے ہوئے کہہ رہی تھی۔آواز گھمبیر اور بلند تھی۔

"تمہارے پاس ماہیر جیسا بھائی ہے، ہمت والی تو تم بھی ہو۔" انمول کے الفاظ کانوں میں ہی نہیں دل میں بھی اتر گئے تھے۔ماہیر کو اچھی ہمسفر ملی تھی، باہمت اور باوقار۔جیا نے سوچا۔اور محبت بھری ایک نگاہ انمول پر جمائی۔

"وہ میں۔۔۔"اس سے قبل کہ جیا کچھ کہتی، کھٹاک سے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ جیا خود میں سمٹی۔خوف کی الگ داستان اسکے چہرے پر رقم تھی۔انمول کے تاثرات سپاٹ رہے۔وہ خوفزدہ نہیں ہوئی تھی۔

اس نے آدمی اور اندر آتے اور کھانے کی پلیٹ رکھ کر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔البتہ ان میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

دروازہ پھر سے بند ہوا۔

"کھانا کھالو جیا۔"انمول اسکی جانب متوجہ تھی۔

"انمول.... بالاج"جیا کے آنسو بہنے لگے، بالاج سے دوری کا غم اسے توڑ رہا تھا۔

"رونا نہیں ہے... تم اکیلی نہیں ہو ننھی جان تمہارے ساتھ ہے۔وہ نرمی سے سمجھا رہی تھی۔

"مجھ سے نہیں کھایا جائے گا۔"

"کھانا تو پڑے گا۔" یہ تحکم تھا۔

جیا نے پلیٹ سامنے کر کے نوالا توڑا۔انمول کے لبوں پر تبسم ابھرا۔وہ جیا کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔اس کی اپنی بھوک تو مر چکی تھی۔

سورج کی تیز روشنی اس آہنی گیٹ کو سلگا رہی تھی۔اس کے پار موجود عالیشان حویلی بھی اس تپتی دوپہر میں چمک رہی تھی۔ایسے میں ایک گاڑی دروازے کے قریب آ رکی۔ٹائر چڑچڑا گئے۔پھر وہ باہر نکلا۔سر اٹھا کر اس حویلی کو دیکھا جسے وہ چھوڑ چکا تھا۔

زندگی میں بعض اوقات کچھ چھوڑ دینا لاحاصل کی راہ آسان کر دیتا ہے۔

وہ گیٹ کے قریب آیا۔ سیاہ پولو شرٹ کے ساتھ سیاہ ہی پینٹ پہن رکھی تھی۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ بیل بجائی تو اگلے ہی پل دروازے میں لگی چھوٹی کھڑکی سے چوکیدار نے باہر جھانکا۔ ملک کو دیکھ کر وہ چونکا پھر جلدی سے دروازہ کھولتا باہر نکل آیا۔

"سلام صاحب۔ خیریت؟" اس نے ہکلاتے ہوئے آنے کی وجہ پوچھی۔

"جہانداد ملک گھر پر ہے؟" دوٹوک لہجہ۔ گارڈ کا سر نفی میں ہلتے ہلتے اثبات میں ہلا تھا۔

www.novelsclubb.com

"جی جی۔ وہ اندر ہی ہیں۔ آرام فرما رہے ہیں۔ خیریت تھی؟" ملک نے اس کے سوال پر اسے گھورا۔

"اسے بتا دینا کہ ملک آیا تھا۔اور یہ بھی کہ وہ بہت بھوکا ہے۔" دو جملے پیام لکھوایا اور واپس مڑا۔گارڈ فوراً اندر چلا گیا تھا۔اس نے مڑ کر اوپر عالیشان گھر کو دیکھا۔جہانداد ملک کے کمرے کی کھڑکی واضح تھی۔پردے گرے ہوئے تھے۔ اندر اندھیرا چھایا ہوا لگتا تھا۔عام انسان ہوتا تو سمجھ جاتا کہ وہ سو رہے ہیں لیکن وہ ماہیر سکندر تھا۔

وہ جہانداد ملک کی رگ رگ سے واقف تھا۔وہ جب بھی کمرے میں ہوتے تو پردے ہٹائے رکھتے تھے تو پھر آج ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ یوں ہی سو جاتے۔

ملک کے چہرے پر استہزایہ مسکراہٹ آن ٹھہری۔جہانداد ملک اسے نہیں جانتے تھے۔وہ یہ بات جانتا تھا۔

یہ منظر کنٹرول روم کا تھا۔کمرے میں محض بالاج سکندر اور دوسرا لڑکا تھے۔

"کیا تم وہاج ملک کو جانتے ہو۔؟" وہ میز کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھا تھا۔

"جہانداد ملک کا بیٹا؟" عینک والے لڑکے نے تصدیق چاہی۔ بالاج نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی جانتا ہوں اسے۔" اس نے اپنا رخ بالاج کی جانب موڑ لیا۔

"مجھے اس سے ملنا ہے۔ کچھ ضروری کام ہے۔ کہاں ملے گا وہ؟" بالاج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔ اور قدم دروازے کی جانب بڑھا دیے۔

"وہ پچھلے ہفتے ہی امریکہ جا چکا ہے۔" بالاج کے قدموں تلے سے زمین سرکی۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ بدوقت وہ پلٹا۔

"کیسے؟ میرا مطلب یوں اچانک۔" ایک آخری امید تھی اسکی کہ شاید وہاج ملک تک پہنچ کر وہ جیا کا سراغ لگا پائے۔ وہ بھی اب کہ دم توڑنے لگی تھی۔ وہ بند دروازے سے لگا کھڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

"انہوں نے شادی کرلی تھی ناں آپ کی کزن سے۔اور پھر اس کے بعد وہ دونوں باہر چلے گئے۔" وہ کمال اطمینان سے بول رہا تھا۔ بالاج کے سر کے عین اوپر کسی نے بم پھوڑا تھا۔

"میری کزن سے؟"

"جی عالیہ جعفری سے۔"

"اوہ خدایا۔" اس نے بے اختیار پیشانی سہلائی۔ عالیہ نے شادی کرلی اس بات کا تو اسے علم تھا لیکن وہ وہاج ملک سے شادی کر چکی ہے یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ بالاج کے جبڑے تن گئے۔ وہ لڑکا اس کے خاندان کی دو عورتوں کو ڈوج دے چکا تھا۔

"کانٹیکٹ نمبر مل سکتا ہے اسکا۔؟" اس نے اپنے دائیں سمت دیوار پر نگاہ اٹھائی۔ وہاں جہانداد ملک کی تصویر کے ساتھ قدرے اوپر کر کے وہاج ملک کی تصویر تھی۔ سرخ کراس کا نشان اس پر بھی چھپ چکا تھا۔

"سوری سر۔ لیکن ملک سر نے مجھے منع کیا تھا۔"

"جتنا کہا ہے اتنا کرو۔" بالاج نے گردن موڑے جن نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ حلق تر کرتا سر اثبات میں ہلا گیا۔ بالاج نے موبائل نکالا۔

"شاباش۔" نمبر نوٹ کرنے کے بعد وہ باہر نکل آیا تھا۔

وہ تیز قدموں سے ٹریننگ سینٹر سے باہر نکلا تھا۔ موبائل ہاتھ میں تھامے وہ چہرے پر جھنجھلائے تاثرات لیے کسی کا نمبر ملا رہا تھا۔ تین چار بیل جاتیں اور پھر خاموشی۔

"ساری مصیبتیں ایک ساتھ ہی آنا ہوتی ہیں۔" وہ سخت تپ چکا تھا۔

"ایکسکیوزمی؟" اس نے سر اٹھایا تو سامنے اس کی ہی عمر کا بندہ کھڑا تھا۔

"جی۔؟" بالاج کے چہرے پر نا سمجھی چھا گئی۔

"آپ نے ملک سر کو دیکھا ہے کہیں؟" عبید باجوہ نے استفسار کیا۔

"میں اس کی جاسوسی کرتا ہوں کیا؟" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"وہ آپ کے ساتھ تھے۔ نہیں؟"عبید نے ضبط سے دوبارہ پوچھا۔

"اب نہیں ہے۔"رنگ ہوتے موبائل کو دیکھ وہ جلدی سے آگے بڑھ گیا۔

"انہیں کیا ہوا۔؟ عجیب انسان ہیں۔"عبید نے سر جھٹکا۔

"السلام علیکم۔جی ماما۔" بالاج نے اپنی گاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"کہاں ہو تم بالاج؟ کل سے گھر نہیں آئے خیریت تھی بیٹے؟"دوسری جانب ثانیہ بیگم کی آواز تھی۔ بالاج ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

"جی ماما۔ایک ضروری میٹنگ کے سلسلے میں شہر سے باہر آیا تھا۔"وہ جھوٹ بول رہا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ماں باپ پریشان ہوں۔وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول اندر بیٹھ چکا تھا۔

"اچھا بتا کر تو جا سکتے تھے ناں؟اور جیا کہاں ہے وہ کال نہیں اٹھا رہی؟"انہوں نے سوال در سوال کیا۔

"وہ ماہیر کے ساتھ ہے۔ مصروف ہو گی ناں اپنے بھائی بھابھی کے ساتھ اس لیے نہیں اٹھا رہی ہو گی کال۔" وہ آنکھیں میچ گیا۔

"اچھا۔" مایوسی بھری آواز۔

"آپ اب اسے کال مت کیجیے گا۔ خواہ مخواہ وہ پریشان ہو گی۔" وہ انہیں باز رکھ رہا تھا۔ اگر انہیں پتا چلتا کہ جیا اغواء ہو چکی ہے تو ان پر کیا گزرتی وہ ابھے سے جانتا تھا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ اب ماں کو مت سیکھا۔ جلدی سے کام ختم کرا اپنے اور واپس آ۔ میں اپنی بہو کو واپس لانا چاہتی ہوں۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔ بالاج سکندر کی آنکھوں میں ویرانی اتر آئی۔ وہ بدلی سے کال کاٹ گیا۔

"کہاں ہو تم جیا سکندر۔؟ تمہارے بغیر تو یہ زندگی بے رنگ ہے۔" سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے وہ آنکھیں موندے بولا تھا۔ پھر ایک دم جیسے کچھ یاد آیا۔

"وہاج ملک۔" وہ جلدی سے سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ابھی اسے بہت سی جگہوں پر جیا کو تلاش کرنا تھا۔

"میں بہت جلد تمہیں ڈھونڈ لوں گا جیا۔" اس کے تصور سے ہی بالاج کے چہرے پر طمانیت بھری مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی۔

ہاسٹل میں موجود فریال ساجد اور بسمہ شارق کے کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔فریال بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھی دلھ اور ملال سے بسمہ شارق کو دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"حیرت ہوتی ہے مجھے ایسے باپ پر جو اپنی ہی بیٹی کی جان کا دشمن بن بیٹھا ہو۔" سفید ڈھیلی سی شرٹ پہنے وہ بیڈ پر فریال کے سامنے ہی بیٹھی تھی۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔" بسمہ نے جھٹ نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں فریال۔ تم نہیں سمجھ سکتیں۔ کوئی بھی شخص دوسرے کا درد نہیں سمجھ سکتا۔" اس نے سر گھٹنے پر ٹکا دیا۔ آنکھیں رو رو کر حشر برپا کر رہی تھیں۔

"بسمہ تم پلیز بھول جاؤ انہیں۔ تمہارے سامنے ایک نئی زندگی ہے جسے شروع کرنے کے لیے تمہیں محض مومن ابراہیم کا ساتھ چاہیے۔" فریال نے اس کا ہاتھ تھامے اسے سمجھایا تھا۔

"میں جانتی ہوں فریال لیکن پھر بھی دل میں ایک دھڑکا سا ہے کہ اگر اس نے انکار کر دیا۔ اگر جو اس نے کہا کہ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے۔؟" آنکھوں میں آنسو پھر سے جمع ہونے لگے تھے۔

www.novelsclubb.com

"اوہ فو بسمہ، تم بھی کچھ بھی سوچتی رہا کرو۔ تم دیکھنا سب اچھا ہو جائے گا۔" آوازیں مدھم ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کمرے سے نکل کر باہر ٹریننگ سینٹر کی جانب آؤ تو وہاں چند اسٹوڈینٹس ادھر ادھر پھر رہے تھے۔

ایسے میں مومن ابراہیم سفید شرٹ پر بلو جینز پہنے سینٹر میں داخل ہوا تھا۔اس سے قبل کہ وہ اندر کی جانب بڑھتا اسے ٹریننگ ڈپارٹمنٹ کے دروازے پر ہی عبید باجوہ مل گیا۔

"السلام علیکم سر۔کیسے ہیں آپ۔؟" وہ خوش اخلاقی سے پوچھ رہا تھا۔

"الحمداللہ۔آپ کو کوئی کام تھا؟" عینک اتار کر گلے میں اٹکالی۔

"آپ سے نہیں ملک سر سے کچھ بات کرنا تھی۔ صبح وہ یہیں تھے لیکن اب نہیں ہیں۔آپ کو معلوم ہے وہ کہاں ملیں گے۔؟" وہ ابھی تک ملک کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"میری تو ان سے بات نہیں ہوئی۔(لب کاٹے) میں پتا کروا دیتا ہوں۔" عبید سر ہلاتا آگے بڑھ گیا۔مومن نے اس کو جاتے دیکھا پھر موبائل نکالے ملک کا نمبر ملایا۔ نظریں گرلز ہاسٹل تک اٹھتی گئیں۔جانے وہ کیسی ہو گی؟

"کال کیوں نہیں اٹھا رہے آپ بھائی۔؟" اسے پریشانی لاحق ہوئی۔چند ایک دوبارہ کالز کے بعد بھی جب جواب موصول نہ ہوا تو اس نے موبائل میں موجود فائنڈ مائی ڈیوائس، ایپ کھولی تھی۔جس کے مطابق ملک کی لوکیشن اس کا اپارٹمنٹ بتائی جا رہی تھی۔وہ پرسکون ہو گیا۔

وہ خود ہی مومن ابراہیم سے رابطہ کر لیں گے۔یہ طے تھا۔

دفعتاً اس کا موبائل رنگ ہوا۔نمبر اگرچہ انجان تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ پہچان نہ پاتا۔

"السلام علیکم مسٹر شارق کبیر۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"والسلام۔سنا ہے تم نے میرے سیکرٹری کو آنے سے انکار کر دیا تھا تو سوچا کیوں نا خود ہی تمہیں یہ دعوت دی جائے۔؟" مومن نے چلتے ہوئے ابرو اچکائے۔

"انکار نہیں کیا تھا، وہ کیا ہے نا کہ میں باس کے سیکرٹریز سے بات نہیں کرتا۔اور نہ ہی ان کے ایک دفعہ بلانے پر بھاگا چلا آتا ہوں۔'تو سوچا کیوں نا آپ کو یہ زحمت دی جائے'۔"آخری جملہ شارق کبیر کے انداز میں کہا گیا تھا۔وہ ٹریننگ سینٹر کے اندر پہنچ چکا تھا۔

"بات بہت اعلیٰ تھی لیکن میں متاثر نہیں ہوا۔خیر کل شام پانچ بجے میں اپنے آفس میں تمہارا انتظار کروں گا۔مجھے امید ہے تم ضرور آؤ گے۔"وہ اس کے لہجے پر سلگ اٹھے تھے۔

"جی ضرور آؤں گا اگر آپ میری مہمان نوازی کے لیے کچھ اچھا کریں گے تو۔"اس نے آنکھیں ٹپٹپائیں۔

"شارق کبیر کی دشمنی اپنی جگہ لیکن وہ مہمان نوازی بہت اچھے سے نبھاتا ہے۔کل ملتے ہیں۔"وہ فون بند کر گئے۔مومن نے موبائل کان سے ہٹا کر اسے گھوری سے نوازا۔پھر آگے چل دیا۔

شام کے سائے ہر سُو پھیلنے لگے تھے۔آسمان کی نیلگوں روشنی کو رات کی تاریکی آہستہ آہستہ اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔وہ ٹریننگ سینٹر کی چھت پر کھڑا تھا۔ سفید ڈریس شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس وہ تھکا ہارا معلوم ہوتا تھا۔چہرے پر مایوسی کنندہ تھی اور آنکھیں دور فلک پر جیسے کسی کھوئی ہوئی شے کی متلاشی نظر آتی تھیں۔چند لمحات قبل ہی وہ اپنے سیکرٹری سے بات کر کے فارغ ہوا تھا۔اس کے مطابق بتائی جانے والی انفارمیشن سے جیا سکندر کا سراغ لگانا ناممکن سا لگتا تھا۔

"یااللہ!" وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔آج دوسرا دن ڈھلنے کو تھا۔وہ اسے کہاں ڈھونڈے، کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں اس نے پتا نہ کیا ہو۔اس کے اعصاب چٹخنے لگے تھے۔دل پر گڑھوں بوجھ گرا معلوم ہوتا ایک جیا سکندر نہیں تھی تو زندگی ویران سی لگتی تھی۔

پولیس کے پاس وہ کسی صورت نہیں جا سکتا تھا۔ شہر کا مشہور و معروف بزنس ٹائیکون پولیس والوں کے سامنے اپنی عزت کی دھجیاں نہیں بکھیر سکتا تھا۔ ماہیر سکندر کو بھی اس نے صاف منع کر دیا تھا۔

گریبان کے اوپری دو بٹن کھول رکھے تھے۔ سیاہ فلک کی سیاہی آہستہ آہستہ اس کے اندر بھر رہی تھی۔ دفعتاً جیب میں رکھا موبائل تھرتھرایا۔ وہ چونک گیا۔ تیزی سے ہاتھ بڑھاتے موبائل نکالا۔ موبائل کی سکرین پر جگمگاتا نام دیکھ اس کا دل ایک دم خوش ہوا تھا۔ امید کی کرن نے جیسے دروازے پر دستک دی تھی۔

"ہیلو۔" اس کی آواز میں بے چینی تھی اور بے قراری بھی۔

"کون؟" دوسری جانب پہچاننے کی سعی کی گئی تھی۔

"میں بالاج سکندر بات کر رہا ہوں۔" دوسری جانب موجود شخص سناٹوں کی زد میں آیا تھا۔

"کیسے ہو بالاج سکندر؟" مقابل اسے پہچان چکا تھا۔

"ایک ضروری کام آن پڑا ہے تم سے۔" حال احوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

"مجھ ناچیز سے کیا کام پڑ گیا مسٹر۔" بالاج نے آنکھیں بند کر کے کھولی تھیں۔ کیا یہ ستم نہ تھا کہ وہ آج اپنی محبت کے لیے کسی سے بھیک مانگنے جا رہا تھا؟ کیا بالاج سکندر کی انا ٹوٹ چکی تھی؟ کیا سارا غرور خاک میں مل گیا تھا؟

"یوں سمجھ لو جیسے مجبوری میں گدھے کو باپ بنانا پڑ رہا ہے۔" دوسری جانب مردانہ قہقہہ ابھرا۔

www.novelsclubb.com

"حکم کرو بالاج سکندر۔" طنز نہیں تھا، نہ ہی احسان۔ بلکہ احساسات مختلف تھے۔

"مجھے تمہارے باپ کے معاملے میں کچھ خفیہ معلومات چاہییں۔"

"تمہارا مطلب جہانداد ملک کے بارے میں؟" بالاج نے اثبات میں سر ہلایا۔ بولا کچھ نہیں۔ دوسری جانب خاموشی کا مطلب 'ہاں' اخذ کیا گیا تھا۔

"فاریور کائنڈ انفارمیشن، میرا نام نہاد باپ مجھے اتنا اہم نہیں رکھتا تھا کہ اپنی خفیہ معلومات میرے سامنے کھولے رکھتا۔ وہ انسان نہیں شیطان ہے۔ اور اس کے راز اس تک محدود ہیں نہ کوئی دوسرا نہ تیسرا۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" وہ مدعے پر آیا تھا۔ بالاج سکندر کا ماتھا ٹھنکا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ بیٹے ہو تم ان کے، ان کے جانشین۔ تمہیں تو ان کے ہر عمل کی خبر ہونی چاہیے تھی۔" وہ سخت پریشان ہوا تھا۔ ماتھے پر پسینہ چمک اٹھا تھا اور فلک پر سیاہی کا تھال بچھ چکا تھا۔

"میں اس شخص کا جانشین نہیں ہوں جس کا ہر قدم ہی گناہوں کا گرویدہ ہے۔ اس فرعون نے مجھے اپنے آنگن میں موسیٰ کی طرح پالا تھا۔ مومن ابراہیم سمجھ کر۔" بالاج کے لب سکڑے۔ وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کیا ہوا ہے؟ پریشان کیوں ہو؟"

"جہانداد ملک نے جیا سکندر کو اغواء کیا ہے وہاج ملک۔ اور یہ خیال ہی سوہان روح ہے کہ وہ مجھ سے دور، اس شیطان کے قبضے میں ہے۔" وہ بولا تو جیسے دوسری طرف موجود وہاج ملک کی زبان گنگ ہو گئی۔

"کیا؟ لیکن ایسے کیسے؟ میرا مطلب تم کہاں تھے؟ کیا تم اپنی بیوی کی حفاظت نہیں کر پائے۔؟" الفاظ بالاج سکندر کا دل چھلنی کر گئے تھے۔ وہ واقعی اپنی عورت کی حفاظت نہیں کر پایا تھا۔ وہ مرد تھا اور اسے اس کی عورت سے ہی آزمایا جا رہا تھا۔

"مجھ سے غلطی ہوئی تھی جس کی سزا بھگتنا پڑ رہی ہے۔ کیا تم میری مدد کر سکتے ہو؟"

"اور میں تمہاری مدد کیونکر کرنے لگا؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جیا سکندر کون ہے اور تم کون ہو۔" اس کا سرد لہجہ بالاج سے امید کی ڈور چھیننے لگا تھا۔

"تم میری مدد کرو گے وہاج ملک۔ کسی بھی قیمت پر تمہیں میری مدد کرنا ہو گی۔ یہ بالاج سکندر کی نہیں ایک شوہر اور ایک باپ کی التجاء سمجھ لو۔"

"چچ۔ محبت بھی نکما کر دیتی ہے انسان کو۔"

"اب تو کر دیا نا۔ مجھے بتاؤ کیا تم جیا سکندر کو ڈھونڈنے کا سراغ بتا سکتے ہو۔ پلیز کیا تم سارا غصہ اور دشمنی ایک طرف رکھ کر ہمارے بارے میں سوچ سکتے ہو۔؟" چند لمحات خاموشی چھائی رہی۔ پھر رابطہ منقطع ہو گیا۔

بالاج سکندر کی سانسیں اٹک گئی تھیں۔ امید کی ڈور وہاج ملک نے بہت بے دردی سے کھینچی تھی کہ وہ ٹوٹ کر رہ گئی۔ اور پھر امیدیں تو وابستہ ہی ٹوٹنے کے لیے ہوتی ہیں۔ اس نے زمین پر پیر کی ٹھوکر لگائی۔ مایوسی اور ناامیدی اسے خاک میں ملا رہی تھیں۔

اس نے جیا سکندر کو ستایا تھا اور جب بدلے میں خود ستایا گیا تو جان پر بن آئی۔

کیوں؟

دوسری جانب موجود وہاج ملک شکست خوردہ سا موبائل ہاتھ میں تھامے بیٹھا تھا۔ تبھی کوئی وجود اس کے برابر میں صوفے پر آ بیٹھا۔اس نے نظریں اٹھائے اپنے پہلو میں براجمان عالیہ جعفری کو دیکھا، پھر وہ نظریں جھکا گیا۔

"کیا ہوا ہے بالاج کو؟"اس کا لہجہ عام سا تھا۔ سفید لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس عالیہ جعفری وہاج ملک سے ہمکلام تھی۔

"جیا سکندر کو جہانداد ملک نے اغواء کر لیا ہے اور۔" وہ رکا۔

"اور۔؟"

"اور بالاج سکندر مجھ سے مدد مانگ رہا تھا۔ کوئی سراغ جو اسے جیا سکندر تک پہنچا سکے۔"اس نے موبائل سامنے موجود ٹیبل پر رکھ دیا۔

www.novelsclubb.com

"تو کیا آپ کچھ جانتے ہیں؟" اس نے وہاج کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہاج نے سر ہلا دیا۔

"پھر بتایا کیوں نہیں؟" اس نے وہاج کو گھور کر دیکھا۔

"میں اتنا حوصلہ نہیں پاتا اپنے اندر۔ نا جانے کون سا شر کا بیج ہے جس نے مجھے روک لیا۔ میں اسے نہیں بتا پایا عالیہ۔ میں اس کی تڑپ دیکھ کر بھی خاموش ہو گیا۔" عالیہ نے ترحم سے اسے دیکھا۔

"وہاج ایسا نہ کریں۔ اس تمام عرصے میں کیے گئے اپنے اچھے اعمال ایک برائی کی نظر مت کریں۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید بولتی موبائل پر میسج کی بیپ ہوئی تھی۔ عالیہ نے موبائل اٹھا کر وہاج کے سامنے کیا جو اس نے خاموشی سے تھام لیا۔

"مجھے وہاج ملک نہیں صرف وہاج چاہیے جو ان بھٹکی راہوں سے صراطِ مستقیم پر آ چکا ہے۔" وہ اس کا کندھا تھپتھپاتے اٹھ گئی۔ وہاج کی نظروں نے کمرے میں گم

ہونے تک اس کا پیچھا کیا۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔ وہ ایک فرنشڈ اپارٹمنٹ تھا۔ جس میں صرف وہ اور عالیہ رہتے تھے۔

"مت بھولو وہاج ملک کہ میری بیوی کے ساتھ وہ لڑکی بھی شیطان کی قید میں ہے جسے تم آج تک بہن مانتے آئے ہو۔ تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا۔ بالاج سکندر۔" سکرین پر نظر آتی تحریر پڑھتے وہاج ملک کو زور کا جھٹکا لگا تھا۔ آنکھیں یک دم کھل گئی تھیں۔ جہانداد ملک کے گناہ ایک طرف لیکن انمول ملک اس کی بہن تھی۔ سگی نہ سہی لیکن زندگی کے تئیس سال اس نے اسے بہن مانا تھا۔ وہ اس سے دو تین سال بڑی تھی، اس کے ہر عیبوں پر جہانداد ملک کے سامنے پردہ پوشی کرتی ہوئی، وہ اس کی بہن تھی۔ تو کیا آج وہ بے حس بن سکتا تھا۔

کنٹرول روم کی بتیاں روشن تھیں۔ عینک لگائے بیٹھا لڑکا مستندی سے کی بورڈ پر ہاتھ چلاتا کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ اس کے عقب میں بالاج اور ماہیر سکندر کھڑے تھے۔

www.novelsclubb.com

"تم نے کہا تھا کہ جہانداد ملک تمہیں خود کال کرے گا لیکن آج تیسرا دن ہے۔" بالاج اس پر برس رہا تھا۔ماہیر کے چہرے کے نقوش تنے ہوئے تھے۔ہاتھ میں تھامی فائل کی ورق گردانی کرتے اس کے ہاتھ تھم گئے۔

"تم کون سا چین سے بیٹھ رہے ہو؟ وہاج ملک سے بھی آخر کار رابطہ کر ہی لیا نا تم نے۔" ماہیر نے داد ت کچکچائے۔

"تو کیا کرتا تمہاری طرح خاموش بیٹھا رہتا۔؟"

"میں خاموش ہوں تو یہ جان لو کہ میری خاموشی کسی بڑے طوفان کو لانے والی ہے۔" اس نے لڑکے کو دیکھا۔پھر فائل واپس رکھ دی۔بالاج اسے گھور رہا تھا۔

"ماہیر سکندر انمول تمہاری بیوی ہے اس کا باپ اسے تو کچھ نہیں کہے گا لیکن اگر جیا کو ایک کھروچ بھی آئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔اور دوسری بات یہ حسیب تمہارا چچا اسے کیوں منع کیا ہے تم نے مجھے کچھ بتانے سے۔قسم لے لو بہت پٹے گا

یہ مجھ سے۔(وہ شدید تلملایا تھا۔)میں ہر ممکن جگہ اسے ڈھونڈ چکا ہوں لیکن کوئی سراغ نہیں۔"اس نے غصے سے پاس پڑی کرسی کو ٹھوکر ماری۔

"کیا تمہیں مجھ سے زیادہ فکر ہے جیا کی؟اسی لیے۔اس دن کے لیے میں تم لوگوں میں نہیں آتا تھا کہ جہانداد ملک میرے رشتوں کو میری کمزوری بنادے گا۔اور دیکھو وہ ایسا کر رہا ہے۔"ماہیر نے ہاتھ جھٹکے۔پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔بالاج نرم پڑا۔

"وہ دونوں دو دن پہلے اغواء ہوئی ہیں۔کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا ہوں۔نہیں۔ہر گز نہیں۔جہانداد ملک کوئی عام بندہ نہیں ہے۔اس کے پیچھے باہر کے ممالک تک کے روابط ہیں جن کو توڑنا آسان نہیں۔اس جیسے سیاہ شخص کو قانون کے حوالے کرنے یا سزا دینے کے لیے پہلے اس کا پھیلا یا رائتہ سمیٹنا ہو گا۔تب ہی جا کر کچھ ہو سکتا ہے۔میں نے کہا نا تم مجھ پر چھوڑ دو۔"ماہیر نے صلح جو انداز میں اس کا کندھا تھپتھپایا۔بالاج کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"ابھی تک کچھ ہوتا نظر تو نہیں آ رہا۔" وہ ناچاہتے ہوئے بھی طنز کر گیا تھا۔ماہیر دانت بھینچتے کچھ کہنے لگا۔

"سر۔اٹس ڈن۔" وہ لڑکا بولا تھا۔ماہیر خاموشی سے اس کے پاس چلا گیا۔ بالاج بھی اس کے کندھے کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔

"ویری ویل ڈن حسیب۔(پھر بالاج کو متوجہ کیا) یہ دیکھو۔ یہ یہاں ان تمام Luxuriesاور بلیک منی کی ڈیٹیلز ہیں جو آج تک جہانداد ملک کی حراست میں رہی ہیں۔اور یہاں (انگلی سے تیسرے نمبر کی اسکرین کی طرف اشارہ کیا) یہاں تمام ان جگہوں کی معلومات ہیں جن پر جہانداد ملک کا قبضہ ہے۔اسی طرح ان کے سیاہ کرتوتوں کی رپورٹس بھی میرے پاس موجود ہیں۔آج تک اس نے جتنے بھی قتل کیے اور کروائے ہیں ان تمام کیسز کی تحقیقات ہو چکی ہیں۔ یہ سب میرے ایک سینڈ کے بٹن دبانے کی دوری پر ہے۔اور جانتے ہو اس سے کیا ہو گا۔؟" وہ خاموش ہو گیا۔ بالاج نے گہری سانس بھری۔

اس نے تو آج تک کسی سے دشمنی نہیں پالی تھی جو اسے کچھ معلوم ہوتا۔اس جیسا انٹرورٹ بندہ کسی سے کیا ہی دشمنیاں پالتا پھرتا۔

"کیا ہو سکتا ہے؟" تجسس کے ساتھ مستفسر ہوا۔

"جہانداد ملک کا نام پلک جھپکتے ہی ختم ہو سکتا ہے۔لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ میرا ایک غلط قدم جیا اور انمول کی جان لے سکتا ہے۔" بالاج سکندر کا سانس رک گیا۔جیا کے نام پر ہر دھڑکن ساکت ہوئی تھی۔

"اور تم یہ سب سینڈ کسے کروگے۔؟" وہ وہیں کھڑا تھا۔حسیب اب کچھ احتیاط سے کام کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اسے جسے اسکا سب سے زیادہ فائدہ ہوگا۔" ماہیر کا رخ اب لاکر کی جانب تھا۔

"کون۔؟" بالاج کے استفسار پر وہ کچھ کہنے لگا تھا۔لیکن موبائل کی رنگ ٹون نے اس کے قدم جکڑ لیے۔وہ جھٹکے سے پلٹا۔

"فائنلی داویٹ ازاوور۔"اس نے آگے بڑھ کر میز پر رکھا موبائل تھاما۔اور بالاج سکندر کی جانب کیا۔موبائل کی اسکرین پر جہانداد ملک کالنگ لکھا آرہا تھا۔بالاج کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

ماہیر بھی اپنی مسکراہٹ دباتا اب کال اٹھا رہا تھا۔عینک لگائے بیٹھے لڑکے کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔اس نے اب اپنی کرسی کا رخ پلٹا کر ان دونوں کی جانب کر لیا تھا۔

"اہم اہم۔میں نے اس کال کا بہت شدت سے انتظار کیا ہے سسر جی۔"وہ تصویروں سے بھری دیوار کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔موبائل کان سے لگائے۔بالاج کو اس کی پشت نظر آتی تھی۔

"میں نے بھی اس دن کا بہت انتظار کیا ہے ماہیر سکندر۔"ان کی آواز پر ماہیر کی نظریں جہانداد ملک کی تصویر پر گڑھ چکی تھیں۔

"پھر کیا خیال ہے۔کیا کیا جائے۔؟"وہ جیسے ان کی تصویر سے ہمکلام تھا۔

"خود کو میرے حوالے کر دو۔" اسپاٹ سی آواز ابھری۔

"اتنی آسانی سے کیسے؟"

"ان دونوں عورتوں کو ختم کر دوں تو آؤ گے؟" ان کے طنز پر ایک تلخ مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا بسیرا کیا تھا۔

"اگر تو تمہیں لگتا ہے کہ ان دونوں کو ختم کر کے تم مجھ تک رسائی حاصل کر سکتے ہو۔ تو تم غلط ہو۔ کیونکہ وہ دونوں عورتیں میری زندگی کا حصہ ہیں میں ان کی خاطر اپنی جان دے سکتا ہوں اور اگر تم نے انہیں ایک چوٹ بھی دی تو تمہاری جان لے بھی سکتا ہوں۔ اس شطرنج میں جو ہارے گا وہ صرف تم ہو گے جہانداد ملک۔ تمہارا اختتام بہت بھیانک ہو گا۔" ملک کے ارادے خطرناک نظر آتے تھے۔ انتقام اگر جنون تھا تو وہ اس کی ہر حد پار کر جانے والا تھا۔

"تم مجھے ہرا نہیں سکتے۔" جہانداد ملک کے پر عزم ارادے ملک کو مزید بھڑکا رہے تھے۔

"تو پھر ہو جائے آمنا سامنا۔؟" وہ جہاندادملک کی تصویر کے بہت قریب کھڑا تھا۔

"آج کی شام سات بجے سے پہلے اگر تم یہاں پہنچ گئے تو ٹھیک ورنہ انجام کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔" ملک نے سر کو خم دیا۔ پھر اپنا چہرہ تصویر کے بالکل قریب لے گیا۔

"لیکن تم چھپے کہاں بیٹھے ہو؟" ملک نے طنز کیا۔

"ایک جگہ ہے ایسی جسے تم بھی جانتے ہو۔ ڈھونڈو اور بچالو ان دونوں کو۔" وہ بولے۔

"بدلے میں تمہیں کیا چاہیے ہو گا؟"

"تم اور تمہاری لاش۔" ملک سر جھٹکتا ہنس دیا۔ نظریں تصویر میں نظر آتی آنکھوں پر جمی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"آج شام سات بجے سے پہلے میں جہانداد ملک کا نام صفحۂ ہستی سے مٹادوں گا۔ پھر میری لاش کا کیا کروگے۔؟" وہ پھنکار کر پیچھے ہٹا۔ جہانداد ملک کا قہقہہ گونجا تھا۔

"ویسے وہ تمہارا کزن کیا نام ہے اس کا بالاج سکندر۔ بیچارہ کیسے دیوانہ ہوا پھرتا ہے ناں بیوی اور بچے کے غم میں۔ چچ چچ۔ مجھے ڈھونڈنے کے اتنے جتن کہ حد نہیں۔" وہ کچھ اور بھی کہہ رہے تھے لیکن وہ کھٹاک سے فون بند کر گیا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں بالاج نہیں تھا۔

"بالاج کہاں گیا؟"

"انہیں کوئی ضروری فون آیا تھا سو وہ چلے گئے۔" لڑکے نے نہایت ادب سے کہا۔ پھر ہاتھ میں پکڑی خاکی فائل ہلا کر ملک کو متوجہ کیا۔

"سر یہ فائل بھی اس سب میں شامل کروں یا نہیں۔؟"

"یہ کس چیز کی فائل ہے؟" ماہیر نے آنکھیں سکیڑ کر فائل کو دیکھا۔

"آپ دیکھ لیں۔"اس نے حسیب کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے فائل تھام لی۔

اندر مختلف کاغذات تھے۔کسی کی گمشدگی کی رپورٹ کی کاپی تھی تو وہیں کچھ میڈیکل رپورٹس تھیں۔ملک اسے واپس بند کرنے لگا جب ایک سطر پر نگاہ پڑی۔ دماغ میں روشنی کا کوندا لپکا تھا۔

"یہ اس لڑکی کی ہی فائل ہے سر جسے جہانداد ملک نے اغواء کروایا تھا۔اور پھر۔۔۔"لیکن وہ اسے نہیں سن رہا تھا۔

وہ ورق پر لکھی اس تحریر کو پڑھ رہا تھا۔اسے آس پاس بہار اترتی محسوس ہوئی تھی۔ ہر شے جیسے دوبارہ سے کھلنے لگی تھی۔

"حسیب۔تیار رہو۔"

"کس لیے سر۔؟"وہ چونکا۔

www.novelsclubb.com

"آج شام سات بجے تم سب کچھ سنبھالو گے۔میں رہوں یا نہ رہوں تمہیں وہی کرنا ہے جس کا تمہیں میں نے حکم دیا ہے۔"اس نے حسیب کی جانب تائیدی نگاہوں سے دیکھا۔وہ سر ہلا گیا۔البتہ آنکھیں نم ہوئی تھیں۔وہ ایک عرصے سے ان کے ساتھ تھا۔اگر جو ملک کو کچھ ہو جاتا تو وہ کیا کر سکتا تھا۔؟

ملک باہر کی جانب بھاگا تھا۔

لاعلمی کے عذاب سے نجات حاصل ہوئی تھی۔لیکن کیا واقعی؟

وہ جہانداد ملک کو مات دینے والا تھا لیکن کیا انہیں شکست دینا اتنا آسان تھا۔؟

اور پھر کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا تو پڑتا ہے۔وہ اس کھیل میں بدلے کے متبادل کیا دینے والا تھا۔اپنی جان یا اپنوں کی جان؟

دوپہر کا وقت تھا۔اسلام آباد کی سڑکیں آج ہلکی بوندا باندی کی وجہ سے بھیگی ہوئی تھیں۔آسمان پر مزید کالی گھٹاؤں کا بسیرا تھا۔بادل کسی بھی وقت برسنے کو تیار نظر آتے تھے۔ایسے میں تم اسلام آباد کے ایک مشہور کیفے "Em en Cafe" کا رخ کرو تو اس کی پارکنگ میں بہت سی گاڑیوں کی آماجگاہ تھی۔اسلام آباد کی ایک خصوصیت ہے کہ یہاں شور کم ہوتا ہے۔ایسا ہی ماحول اس کیفے کا تھا۔

اِیم ان کیفے اسلام آباد میں پنک کیفے کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔اس کی اینٹرنس سبز پتوں اور گلابی پھولوں سے سجی ہوئی تھی۔وہاں سے اندر جھانکو تو کچھ حصہ آوٹ ڈور تھا اور باقی تمام ان ڈور۔بائیں ہاتھ اندرونی دیوار کے ساتھ بھی چند کرسیاں اور میزیں لگی تھیں۔داخل ہوتے ساتھ ہی سامنے گول میزیں چند قدم کے فاصلے سے سلیقے سے پڑی تھیں۔گلابی میز کے ساتھ گلابی ہی کرسیاں۔اوپر سفید چھاتا لگا ہوا تھا۔عموماً دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لیے اسے کھول دیا جاتا تھا۔مختلف لوگ وہاں بیٹھے موسم اور کھانے دونوں سے لطف اندوز ہو رہے

www.novelsclubb.com

تھے۔ لیکن وہ وہاں نہیں بیٹھی تھی۔ وہ بائیں ہاتھ لگی میز میں سے ایک پر بیٹھی تھی۔ سفید پرنٹڈ کرتے کے ساتھ بلو جینز پہنے وہ خوبصورت نظر آتی تھی۔ ہاتھ میں مینو کارڈ تھامے اس نے کلائی میں بندھی گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔ تین بجنے میں تین منٹ باقی تھے۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"حد ہے بسمہ شارق اتنی جلدی آنے کا کیا فائدہ ہوا تمہیں؟ آنا تو اسے اپنے وقت پر ہے۔" وہ بڑبڑائی اور واپس نگاہ جھکالی۔ ساتھ میز پر اس کا گلابی کلچ اور موبائل رکھا ہوا تھا۔ اس سب کے ساتھ ہی وہاں ٹیشو باکس اور ایک سفید صراحی دار گلدان میں سرخ گلاب پڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

اب کی بار کسی احساس کے تحت مینو کارڈ سے نگاہ اٹھی تو واپس پلٹنا بھول گئی۔ وہ اینٹرنس میں کھڑا تھا۔ ہاں وہی جس کا وہ پچھلے آدھ گھنٹے سے انتظار کر رہی تھی۔ وہ سفید شرٹ پہنے متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نظر بسمہ شارق پر آکر ٹھہر گئی۔

'پلٹ جاؤ' دماغ نے ڈپٹا لیکن دل نے اس کا حکم مسترد کر دیا۔ وہ آگے بڑھا۔ دل میں ہوک اٹھی۔ کیا وہ صحیح تھا؟ کیا وہ صحیح کرنے جا رہا تھا۔؟ کیا وہ کسی دوسرے کو اپنے دل کی دنیا میں شریک کر سکتا تھا؟ اس کے پاس جواب نہیں تھے یا دینا نہیں چاہتا تھا۔

"السلام علیکم۔" وہ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ مومن نے سلام عرض کیا۔ بسمہ نے جواب دیتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"آئی ایم سوری۔" بسمہ کو حیرت ہوئی۔ وہ سوری کس بات پر کر رہا تھا۔

"انتظار کروانے کے لیے؟"

"نہیں۔ تھپڑ مارنے کے لیے۔" وہ ہنس دی۔ وہ کتنے دن پرانی بات کر رہا تھا۔

"جلدی نہیں یاد آ گیا تمہیں۔" مومن نے سر کھجایا۔ پھر کھسیانی ہنسی ہنس دیا۔

"کچھ آرڈر کیا؟" اس نے جلدی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

www.novelsclubb.com

"ویٹر۔" مومن نے قریب سے گزرتے ویٹر کو پکارا۔ وہ پلٹ کر ان کی جانب چلا آیا۔ سفید شرٹ پر گلابی پٹیوں والا یونیفارم پہنے وہ تمام پروانوں کی طرح ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔

"ہمم۔ تو شروع کریں۔" ویٹر کو آرڈر نوٹ کروانے کے بعد بسمہ نے گلا کھنکارا۔ مومن ابراہیم ہمہ تن گوش ہوا تھا۔

"پوچھو آج میں تمہیں تمہارے تمام سوالوں کا جواب دوں گا۔"

"تمہارا کیا بھروسہ کہ تم سچ بولو گے یا جھوٹ؟"

"میرا کہا ہر لفظ سچ ہوگا۔ اتنا تو یقین کر سکتی ہو تم؟" بسمہ نے زور و شور سے سر ہلایا۔

"میرے باپ نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور تم نے میری حفاظت کی۔ پہلی دفعہ تب جب ہم ملے تھے۔ دوسری مرتبہ ہسپتال کے باہر سڑک پر۔ اور

تیسری دفعہ ہسپتال کے بند کمرے میں۔تم نے مجھے شارق کبیر کے بچھائے ہوئے جال سے تین مرتبہ بچایا۔کیوں؟"پہلا سوال پوچھا گیا۔

"شاید اس لیے کہ تم کچھ خاص ہو میرے لیے۔"مومن نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔بسمہ کا دل دھڑکا۔عجیب سا احساس تھا جو ان دونوں کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔

مومن ابراہیم اس احساس میں کھوتا کچھ عرصہ پیچھے چلا گیا تھا۔

کہتے ہیں محبوب سے پہلی اور آخری ملاقات ہمیشہ یادگار ہوتی ہے۔ان دونوں کی پہلی ملاقات بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ملک کے کہنے پر اسے شارق کبیر کی معلومات اکٹھی کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔وہ ہر کسی اسٹاکر کی طرح ان کا پیچھا کرتا اور اپنا کام جاری رکھتا۔اس رات موسم شدید سرد تھا۔شارق کبیر کی گاڑی ایک کلب کے باہر کھڑی تھی۔وہ بھی ان کا پیچھا کرتے ہوئے وہاں پہنچا تھا۔کلب کا اندرونی ماحول ویسا ہی تھا جیسا ہوا کرتا ہے۔ڈانس فلور پر نشے میں دھت لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے

میں مگن نظر آرہے تھے۔ایسے میں وہ تمام سے بے نیاز ایک جانب رکھے سیاہ صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مومن ابراہیم ماسک لگائے ان سے دور کچھ ہی فاصلے پر بیٹھا تھا۔یوں کہ وہ سامنے کے منظر کو صاف دیکھ سکے۔

ان کے ساتھ دو تین ان کی عمر کے آدمی تھے اور ایک جوان لڑکا تھا۔ کرلی بالوں والا وہ لڑکا دیکھنے سے ہی پنج معلوم ہوتا تھا۔ لیکن وہاں صرف وہ چار نہیں تھے۔ وہاں کوئی اور بھی تھا۔ سرخ لباس میں ملبوس بھورے بالوں والی لڑکی۔اس کی پشت مومن کی جانب تھی۔ کچھ دیر بعد شارق کبیر لڑکی کا شانا تھپتھپاتے دونوں آدمیوں کے ساتھ ادھر ادھر غائب ہو گئے۔ وہ ان کے پیچھے جانے لگا تھا جب ٹھہر گیا۔ کرلی بالوں والے لڑکے نے کچھ کہتے لڑکی کے گالوں کو چھونے کی کوشش کی تھی جب وہ بدک کر اس سے دور ہوئی۔اور اپنی خفت مٹانے کو ادھر ادھر دیکھا۔ وہ ایک سیکنڈ کے لیے پلٹی تھی اور مومن ابراہیم کے لیے وہ لمحہ امر ہو گیا۔ سرمئی آنکھیں

www.novelsclubb.com

گہری بھوری آنکھوں میں جذب ہوتی گئیں۔فقط ایک لمحے کے لیے اس کا دل بے ہنگم دھڑکا تھا۔وہ لڑکی خوبصورت نہیں ماہ جبیں تھی۔

"استغفرُللہ۔"اس نے خود کو ڈپٹا۔اور آگے کمروں کی جانب بڑھ گیا۔لیکن وہ تمام لاک تھے۔اور شارق کبیر بھی وہاں نہیں تھے۔وہ واپس فلور کے قریب آیا۔غیر ارادی نگاہ صوفوں کی جانب اٹھی تھی۔وہ وہاں نہیں تھی۔مومن ابراہیم کو شاک لگا۔

گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا تو اسے سیڑھیاں چڑھتا وہ لڑکا دکھائی دیا۔اس کا خون کھول اٹھا۔وہ سرخ لباس والی لڑکی کو زبردستی اپنے ساتھ کھینچ رہا تھا۔مومن ابراہیم سے رہا نہیں گیا۔وہ بچ بچا کر ان کے پیچھے گیا۔لڑکے نے سیڑھیاں چڑھ کر اس لڑکی کو دائیں جانب موجود ایک کمرے میں دھکیلا تھا۔اس کی چیخ دروازہ بند ہونے کے ساتھ ہی دب گئی۔

ناجانے کون سی کشش تھی جو وہ اس کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ہاتھوں کی نسیں غصے سے پھول رہی تھیں۔اس نے جا کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ بند تھا۔ اور ایسے عام لاک کھولنا مومن ابراہیم کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

چند ہی لمحات بعد وہ لاک کھولنے میں کامیاب ہوا۔ایک ہی جست میں دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تھا۔سامنے کا منظر اس کے چودہ طبق روشن کر گیا۔وہ لڑکی رو رہی تھی۔ایک جانب دیوار سے لگی وہ زار و قطار آنسو بہا رہی تھی۔جبکہ اس کے سامنے وہی لڑکا کھڑا خباثت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"پلیز فہد۔مجھے جانے دو۔"اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"نو بے بی۔"اس سے پہلے وہ اپنا ہاتھ بڑھاتے اس کو چھوتا۔مومن ابراہیم کسی شیر کی طرح اس پر جھپٹا تھا۔

"یو باسٹرڈ۔"منہ سے غلیظ القابات بکتے وہ لڑکا نیچے فرش پر گرا۔مومن ابراہیم اس پر حاوی تھا۔

بسمہ شارق کا پورا وجود تھر تھرانے لگا۔

"تم جیسے بھوکے کتوں کو اسی چیز کی کمی ہوتی ہے۔" وہ پے در پے اس پر مکے برسا رہا تھا۔ عام مکا ہوتا تو شاید اس کا کچھ نہ بگاڑ پاتا لیکن وہ فسٹ رنگس پہنے ہوئے تھا۔ ایک مکے پر ہی منہ سے خون کا فوارہ پھوٹا۔

"لیو ہم۔ وہ مر جائے گا۔" اس کی ابتر حالت دیکھ بسمہ شارق آگے بڑھی تھی۔ مومن نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ سہم گئی۔

فہد کی اچھی سی درگت بنانے کے بعد وہ ہاتھ جھاڑتے اٹھا تھا۔ اور ایک نظر بسمہ کے حلیے پر ڈالی۔ وہ سرخ رنگ کی پیروں کو چھوتی، آستینوں سے بے نیاز فراک پہنے ہوئی تھی۔ دروازہ کھلا ہونے کے باعث ٹھنڈ کمرے میں گھس رہی تھی۔ اس کے لب بھی اب ہلکے سے کپکپا رہے تھے۔ مومن نے اپنی جیکٹ اتار کر اس کی جانب بڑھائی۔

"پہنو اسے۔" وہ ماسک لگائے اور پی کیپ پہنے ہوئے تھا۔ بسمہ شارق اس کی شکل نہیں دیکھ پائی۔ محض آنکھیں ہی نظر آتی تھیں۔ اس نے جیکٹ پہن لی۔

"چلو۔" مومن نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ وہیں کھڑی رہی۔

"میں نے کہا چلو میرے ساتھ۔" اس نے بسمہ کا ہاتھ تھام لیا۔ اور اپنے ساتھ لیے چلنے لگا۔

باہر پارکنگ میں آکر اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ ٹھنڈ کے باعث جیکٹ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی۔

مومن اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔ اور پیسنجر سیٹ کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا۔ وہ شش و پنج میں مبتلا کچھ دیر بعد گاڑی میں آ بیٹھی۔ مومن نے گہری سانس بھری۔

"نام کیا ہے تمہارا۔؟"

"بسمہ شارق۔" مومن نے جھٹکے سے گردن موڑی۔

"اوہ تو تم شارق کبیر کی بیٹی ہو۔" بسمہ آنکھیں میچ گئی۔اس شخص کا حوالہ اسے اذیت دیتا تھا۔

"جانتی ہو یہ کیسی جگہ ہے۔؟" وہ سنجیدہ تھا۔

"جانتی ہوں۔" اس کی آنکھیں رونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔

"پھر بھی آگئی تھی یہاں۔" مومن نے ستائشی آبرو اچکائے۔

"خود نہیں آئی تھی۔ بابا نے بلایا تھا اپنے کسی فرینڈ کے بیٹے سے ملوانے کے لیے۔" وہ باقاعدہ رونے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

"واہ کیسا باپ ہے۔" اس کے لہجے میں تمسخر تھا۔

"باپ صرف نام کے ہیں اصل میں ہمیشہ مجھے اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا ہے انہوں نے۔"

"اچھا یوں رو تو مت۔"

"تت۔ تم کون ہو؟" اسے اب یاد آیا تھا کہ وہ کسی غیر کے ساتھ ہے۔ جسکا اس نے چہرہ تک نہیں دیکھا۔ وہ یک دم گھبرا گئی۔

"یہ بھی صحیح۔ مجھ سے گھبرا رہی ہو جو تمہیں وہاں سے رہائی دلوا کر لایا ہے۔" اسے برا لگا تھا۔ بسمہ نے لب کترے۔

"تمام مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔" بہت دیر بعد وہ بولی تھی۔

"غلط نامرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔ لیکن مرد کبھی کسی دوسرے جیسا نہیں ہو سکتا۔" اس نے تردد کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔؟" اس نے مومن ابراہیم سے پوچھا۔

"کیا کرو گی نام جان کر۔" وہ بات کو طول سے رہا تھا۔ وہ خاموش ہو کر رہ گئی۔

"تمہارا باپ اچھا آدمی نہیں ہے بسمہ۔" اس نے مومن کی بات پر سر ہلا دیا۔ ایسے جیسے وہ جانتی ہو پہلے سے۔

"میں مجبور ہوں ورنہ کبھی بھی ان کے سائے میں نہ رہتی۔بیٹیاں مجبور ہی ہوتی ہیں۔"

"ایک آفر دوں تمہیں۔؟"وہ پوچھ رہا تھا۔بسمہ کا سر اثبات میں ہلتا گیا۔

"میرے ساتھ چلو گی۔"

"کہاں۔؟"اس کی اچانک اس آفر پر وہ ایک دم بولی۔

"جہاں میں لے چلوں۔"وہ ہنسا۔لیکن بسمہ کو صرف اس کی آنکھیں ہنستی نظر آئی تھیں۔

"ایسے تو مت گھورو۔مجھ پر یقین رکھو۔ایک جگہ ایسی ہے جہاں تم خود کو محفوظ سمجھ سکتی ہو۔"وہ دماغ میں سارے معاملات طے کر رہا تھا۔

"اور تم یہ عنایت کیوں کرو گے مجھ پر۔؟"

www.novelsclubb.com

"کیونکہ۔" وہ خاموش ہو گیا۔ یہ بات وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کیوں؟ اس کیوں کے جواب میں اس کے پاس کچھ نہ تھا۔

"کیونکہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے اسپاٹ انداز میں بات سمیٹ دی تھی۔ وہ خاموش ہو گئی۔ اگر وہ اس پر احسان کر رہا تھا تو وہ اپنے محسن پر اعتبار کرنا چاہتی تھی۔ اور وہ اسے ایم ایس مارشل آرٹس سینٹر لے گیا۔ جو بسمہ شارق کے لیے ایک مضبوط پناہ گاہ ثابت ہوا تھا۔

ایک دم سے بادل گرجا اور وہ فوراً حال میں پلٹ آیا۔ بسمہ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کے جواب پر مسکراتی ہوئی۔

"میرا دوسرا سوال (بسمہ شارق ٹھہری تھی) کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟" اس کا دل دھڑکا۔ وہیں مومن ابراہیم کا دل ایک دم سکڑ گیا تھا۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے لیکن، محبت ہو تو سکتی ہے ناں۔؟" وہ تھوڑا آگے ہوا تھا۔ بسمہ نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے رکھے۔ وہ اس شخص سے سوالات کے

www.novelsclubb.com

جوابات لینے آئی تھی لیکن کون سے سوالات؟ وہ اسے سامنے پا کر سب کچھ بھولنے لگی تھی۔ ذہن کے دریچوں میں کوئی لفظ اپنی جگہ نہیں بنا پا رہا تھا۔

"مم۔ میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا تم مجھ سے شادی کرو گے مومن ابراہیم۔؟" گہری بھوری آنکھوں میں کانچ سا کچھ ابھرا تھا۔ اس نے آنکھوں کا رخ بائیں جانب موڑ لیا۔ بارش برسنے لگی تھی۔ باہر بیٹھے لوگوں کی میزوں پر چھاتا کھل چکا تھا۔ وہ خاموش تھا اور خاموش بیٹھا رہ گیا۔

"بولو مومن۔" بسمہ کے لب کپکپائے۔ وہ خود کو بے توقیر کر رہی تھی۔ کیا واقعی محبت نیلام کرتی ہے؟

www.novelsclubb.com

"ہاں۔" جواب مومن ابراہیم کی جانب سے آیا تھا۔ دل میں پوچھے جانے والے سوال کا یا براہِ راست کیے گئے سوال کا۔ وہ اندازہ نہیں کر سکی۔

"آ گر میں تم سے کچھ مانگو تو کیا تم میری بات مانو گے۔؟"اب کی بار ہاتھ باہم پھیلائے اس نے میز پر رکھا تھا۔مومن ابراہیم اور بسمہ شارق کے درمیان محض ایک میز حائل تھی۔اور اس پر رکھے سفید گلدان میں سجا سرخ پھول۔

"کہو۔"مومن نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔سرخی سی اس کی سرمئی آنکھوں کو خود میں رنگنے لگی تھی۔

"کیا تم میرے لیے ایک قتل کر سکتے ہو۔؟"مومن ابراہیم ساکت رہ گیا۔ آنکھوں میں حیرت اور تعجب پھیلا تھا۔وہ سوال کرنا چاہتا تھا لیکن برسات کا سماں پیش کرتی سرمئی آنکھوں کے سامنے وہ ہارنے لگا تھا۔

اگر تو محبت میں نیلامی تھی تو وہ نیلام ہونے لگا تھا۔اور یہ وہی پل تھا جب مومن ابراہیم کے دل نے 'اس 'سنگدل کے علاوہ کسی کی صدا لگائی تھی۔دل کی دنیا میں کوئی شریک ہوا تھا۔جو اس سے بھاری مطالبہ کر رہا تھا۔وہ ہارا ہوا شخص ایک بار پھر سے ہار رہا تھا۔

"ہاں بولو وہاج ملک۔کچھ معلوم ہوا؟" پارکنگ ایریا میں کھڑا بالاج سکندر موبائل تھامے کہہ رہا تھا۔

"یہ بہت مشکل تھا۔" وہ یک دم خاموش ہوا۔بالاج لب بھینچ گیا۔

"جہانداد ملک کے کچھ بندوں سے میرا رابطہ ہوا ہے۔باتوں باتوں میں پوچھنے پر جس لوکیشن کا پتا چلا ہے وہ میں تمہیں سینڈ کر چکا ہوں۔" بالاج نے فوراً سے واٹس ایپ پر آئی نئی نوٹیفکیشن کھولی۔وہاں پن لوکیشن جگمگا رہی تھی۔

"خیال رکھنا جہانداد ملک بہت خطرناک ہے۔اور...." بالاج کے عقب سے کسی کے قدموں کی چاپ ابھری تھی۔وہ پلٹا،ماہیر اس کے قریب آ رہا تھا۔

"اور کیا؟"

"جہانداد ملک مومن ابراہیم کے بارے میں بھی جان چکا ہے۔"اس کی آواز میں ملال تھا۔وہ فون بند کر گیا۔ بالاج نے ٹھنڈی سانس بھری۔ایک نا ایک دن تو اسے معلوم ہو جانا تھا۔

"کیا ہوا۔؟"ماہیر کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔

"Unity, Faith and Discipline."ماہیر سکندر کی زبان سے تین لفظ ادا ہوئے۔ بالاج نے جوش سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سات بجنے میں چار گھنٹے باقی تھے۔

یہ تین لفظ تم نے بھی کہیں دیکھے یا سنے ضرور ہونگے۔ہیں ناں؟

جاری ہے